اهلحق پر حملہ کرنے والے باطل سن لے :

اہلسنت والجماعت احناف دیوبند کا ترجمان

جلد 1 ربیع الاول/ربیع الثانی ۱۴۳۲ء شمارہ 8

فہرست مضامین

درس قرآن

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ

﴿البقرہ ۲۱۴﴾

ترجمہ: کیا تم کو خیال ہے کہ جنت میں چلے جاو گے حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے کب آوے گی اللہ کی مدد سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔

تشریح: دشمنوں کے ہاتھوں انبیاء اور ان کی امتوں کو ہمیشہ ایذائیں ہوئیں تو اب اہل اسلام کو ارشاد ہے کہ کیا تم کو اس بات کی طمع ہے کہ جنت میں داخل ہو جاو گے حالانکہ اگلی امتوں کو جو ایذائیں پیش آئیں وہ تم کو پیش نہیں آئیں کہ ان کو فقر و فاقہ اور مرض اور خوف کفار اس درجے کو پیش آئے کہ مجبور اور عاجز ہو کر نبی اور ان کی امت بول اٹھی کہ دیکھیے اللہ نے جس مدد اور اعانت کا وعدہ فرمایا تھا وہ کب آئے گی یعنی بمقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسانہ کلمات سرزد ہونے لگے اور انبیاء اور مومنین کا یہ کہنا کچھ شک کی وجہ سے نہ تھا حضرت مولانا روم اسی کی بابت مثنوی میں فرماتے ہیں

درگماں افتاد جان انبیاء ز اتفاق منکری اشقیاء

بلکہ بحالت اضطرار بمقتضائے بشریت اس کی نوبت آئی جس میں ان پر کوئی الزام نہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو رحمت الٰہی متوجہ ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ اللہ کی مدد آ گئی گھبراؤ نہیں سوائے مسلمانو تکلیف دنیوی سے اور دشمنوں کے غلبہ سے گھبراؤ نہیں تحمل کرو اور ثابت قدم رہو۔ (تفسیر عثمانی)

درس حدیث

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ (اخرجه البخاری فی کتاب الایمان)

ترجمہ: کامل مسلمان وہ ہیت جس کے ہاتھ اور زبان (کی تکلیف) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

تشریح: یہ حدیث بہت ہی جامع حدیث ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے جن پانچ حدیثوں کا انتخاب کیا تھا اس میں ایک حدیث یہ بھی ہے۔

حدیث بالا کے الفاظ پر غور کیا جائے تو عجیب وضاحت سمجھ میں آتی ہے۔ مثلا حدیث کا پہلا لفظ المسلم ہے اس میں مسلمانوں کو غیرت دلانا مقصود ہے کہ تم مسلمان ہو کر بھی تکلیف دیتے ہو۔

پھر لسانه کے بعد یدہ فرمایا علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ زبان کو ہاتھ پر اس لئے مقدم فرمایا کہ اکثر ایذاء زبان ہی سے دیجاتی ہے یا یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ زبان سے زندہ اور مردہ دونوں کو برا کہا جاسکتا ہے یا یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ زبان سے کہی ہوئی بات کا اثر دیر تک باقی رہتا ہے بخلاف ہاتھ کے کہ وہ آدمی کچھ عرصہ بعد بھول جاتا ہے۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۷۲)۔

ساجد خان نقشبندی

اہلحق پر ایک اور حملہ عذاب یا آزمائش؟؟

قارئین ذی وقار باطل کی طرف سے جب اہلحق میڈیا گروپ پر پہلا حملہ ہوا تھا تو ہم نے ماہنامہ اہلحق کے تیسرے شمارے میں ببانگ دہل اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ تم ایک نہیں ہزار جتن کر لو لیکن ہمیں حق کی راہ سے نہیں روک سکتے تمہاری یہ بزدلانہ حرکت ہی تمہارے باطل ہونے کی نشانی ہیں واقعہ ہابیل وقابیل سے لیکر سانحہ لال مسجد کے شہداء تک ہر دور میں باطل نے دلائل کی بنیاد پر کبھی بات نہیں کی بلکہ ہمیشہ دھونس دھمکیوں سے حق کو دبانے کی کوشش کی اور اپنی عارضی چودہراہٹ کو سہارا دینے کی کوشش کی مگر اس کی ہر کوشش اس کے تابوت کا کیل ثابت ہوتی رہی۔

باطل نے جب دیکھا کہ ان کی اس حرکت سے اہلحق میڈیا سروس پہلے سے بڑھ کر آب وتاب اور نئے جوش وجذبے کے ساتھ میدان میں اتر آیا تو انہوں نے ایک بار پھر وہی بزدلانہ حرکت کر کے حق کی اس آواز کو دبانے کی ناکام کوشش کی۔

ہمیں حیرت اس وقت ہوئی جب بریلوی مکتبہ فکر کے ایک صاحب کی طرف سے اس بزدلانہ حرکت کا نہ صرف دفاع کرنے کی کوشش کی گئی بلکہ اسے حق والوں کیلئے عذاب الٰہی کہا گیا چنانچہ وہ صاحب کہتے ہیں کہ؛

”بہر حال جو بھی ہوا ہیکر نے فورم ڈومین ہیک کی لیکن اس سے قبل آپ کے فورم کا سال بھر کا ڈیٹا ہوسٹ کمپنی کی طرف سے اڑ جانا

اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تم لوگوں پر تمہارے نام نہاد حق پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مار تھی

اب تمہارا نام نہاد حق فورم حقق فورم بن چکا ہے لولز

اب بھی وقت ہے توبہ کرلو

اللہ آپ کو اور ہم سب کو ہدائت دے آمین"۔

حالانکہ اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ یہ آزمائشیں اللہ کی طرف سے ایمان والوں پر عذاب اور مار نہیں بلکہ ان کے درجات کی بلندی کیلئے امتحان کے طور پر نازل ہوتی ہیں۔ کیونکہ خود میرا رب فرماتا ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اُوْلٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ.

اور ضرور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے کچھ خوف سے کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے اور خوشخبری سنا دیجئے صبر کرنے والوں کو جن کی صفت یہ ہے کہ جب پہنچے ان کو کوئی مصیبت تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے عام رحمتیں اور خاص رحمت بھی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ نے نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ اس بات کو پختہ کر دیا کہ ایمان والوں کو ضرور بالضرور آزمایا جائے گا ان پر ابتلائیں آئیں گی اور ہدایت والے وہی کہلائیں گے جو ان مصیبتوں کو اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھتے ہوئے صبر کریں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی صلوتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ (بخاری، ج ۲ ص ۸۴۳)

حیرت ہے کہ میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ تو فرماتے ہیں کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے تکلیف پہنچاتے ہیں مگر یہ آج کل کے مشرکین مکہ کی روحانی اولادیں اسے اللہ کی مار کہہ رہے ہیں اور ایمان

والوں کو اپنے ایمان سے توبہ کر کے کفر کی طرف لوٹنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب بندے کیلئے اللہ کی طرف سے کوئی درجہ مقرر کر دیا جاتا ہے جس درجے میں وہ اپنے عمل کی وجہ سے پہنچ نہیں پاتا تو اللہ تعالیٰ اسے مختلف تکالیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں پھر اس پر اس کو صبر دیتے ہیں یہاں تک کہ اسے اسی درجے میں پہنچا دیتے ہیں جو پہلے سے اس کیلئے طے فرما دیا تھا (رواہ احمد وابوداود کما فی المشکوۃ ص ۱۳۷)

باطل سن لے تمہارے یہ کرتوت معاذ اللہ اللہ کی مار نہیں بلکہ ہمارے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں۔ جس پر ہم اللہ کا لاکھ بار شکر ادا کریں گے۔ بلکہ مومن کو تو زندگی ہی اس لئے دی گئی ہے کہ اس کا امتحان لیکر اسے ابدالآباد کی زندگی میں ہمیشہ کیلئے کامیاب کر دیا جائے چنانچہ میرا رب فرماتا ہے کہ:

تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر'' اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔

بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں پورا ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ آزمائے کہ کون تم میں سے عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔

مومون کی حیات کا تو مقصد ہی آزمائش ہے مگر باطل ہمیشہ اسے اللہ کی مار کہتا رہا حق کو کبھی جلتے ہوئے آنگاروں پر لٹایا جاتا۔۔۔ کبھی تپتے سہرا میں گھسیٹا جاتا۔۔۔ کبھی آروں سے چیرا جاتا۔۔۔ کبھی آگ کی خندقوں میں جھونکا جاتا۔۔۔ کبھی گرم تیل میں ڈالا جاتا۔۔۔ اور باطل ان کو دیکھ کر ہنستے ہوئے کہتا۔۔۔ دیکھو اگر رب تمہارے ساتھ ہوتا تو کیا تم اس طرح ہمارے ہاتھوں مصیبت اٹھاتے۔۔۔ دنیا کی ساری دولت ہمارے پاس۔۔۔ عیش و عشرت ہمارے پاس۔۔۔ ہم تم پر غالب ہیں۔۔۔ رب ہمارے ساتھ نہ ہوا تمہارے ساتھ ہے نہیں نہیں۔۔۔ تم پر تو ہمارے باطل معبودوں کو چھوڑنے کا۔۔۔ ان کو برا بھلا کہنے کا۔۔۔ عذاب ہے۔۔۔ اب بھی وقت ہے توبہ کر لو۔۔۔

بریلویوں کا یہ کہنا کہ تم پر یہ اللہ کی مار ہے کوئی نیا شوشہ نہیں بلکہ انہوں نے یہ کہہ کر ثابت کر دیا کہ یہ لوگ مشرکین کی روحانی اولادیں ہیں۔

میرا رب فرماتا ہے کہ و لنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم و الصابرین و نبلوا اخبارکم اور البتہ ہم تم کو ضرور جانچیں گے تاکہ معلوم کرلیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور جو صبر کرنے والے ہیں اور تاکہ ہم آزمالیں تمہاری خبریں۔

اہلحق میڈیا سروس آج باطل کے خلاف ''قلمی جہاد'' میں مصروف عمل ہے۔۔اور اس راہ کی رکاوٹوں کو ہم اللہ کی آزمائش سمجھتے ہوئے دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور اپنے رب سے صبر اور عافیت مانگتے ہیں۔

بریلوی مسلک کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی کہتے ہیں کہ:

زمینی مصیبت سے مراد قحط سالی مالی نقصانات ہیں، جانی مصیبت سے مراد بیماری اولاد کی موت وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر طرح کی مصیبتیں آئیں گی کیونکہ یہ جگہ جنت نہیں ہے جہاں پر طرح کا امن ہو پھر یہ مصیبت صابروں کیلئے ترقی ءدرجات کا سبب بنے گی۔ (نور العرفان، ص۶۴۹، نعیمی کتب خانہ گجرات)

بریلوی ہماری نہیں مانتے قرآن پر ایمان نہیں رکھتے تو کم سے کم اپنے حکیم الامت ہی کی مان لیں۔

میں اپنے اس مضمون کو اس حدیث پر ختم کرتا ہوں جو بخاری میں ہے کہ جب ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا تمہارے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان جنگیں بھی ہوتی ہیں تو ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا کہ ہاں ہرقل نے پوچھا تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا کہ کبھی ہم ان پر غالب ہو جاتے ہیں کبھی وہ ہم پر۔ ہرقل نے جواب دیا بے شک اس سچے رسول کی یہی نشانی ہماری کتابوں میں ہے مگر سن رکھو کہ انجام کار حقیقی کامیابی انہی کی ہوگی۔

باطل اپنی عارضی کامیابی پر خوش نہ ہو اس لئے کہ انجام کار حقیقی فتح اہلحق کا مقدر ہے۔ انشاءاللہ۔

اہلحق پر حملہ کرنے والے باطل سن لے۔۔۔!!!

ساجد خان نقشبندی

محترم ساجد بھائی کا یہ مضمون دو ماہی اہلحق کے شمارہ نمبر ۳ بابت شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ میں شائع ہوا تھا

قارئین کرام ! اللہ رب العزت تمام جہانوں کا خالق و پروردگار ہے۔اسی ذات رب العلیٰ نے اپنی خالقیت و ربوبیت کے اظہار کیلئے اس کائنات کو تخلیق کیا اور دنیا میں انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا اور تمام کائنات کو اس کیلئے مسخر کر دیا۔اگر آپ سورج کو دیکھیں تو وہ بھی اسی انسان کی خدمت میں لگا ہوا ہے، چاند ستارے، چرند پرند ،بیل بوٹے،حیوان حتی کے فرشتے کسی نہ کسی صورت میں اسی انسان کی خدمت پر مامور ہیں۔اور انسان سے الست بربکم کا عہد لے کر اس دنیا میں صرف اپنی عبادت کیلئے بھیجا اسے یہ مقصد اور اصول دے کر بھیجا کہ وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون مگر افسوس کہ انسان اس دنیا کی عارضی چکا چوند اور رنگینیوں میں اس قدر کھو گیا اور منہمک ہو گیا کہ اپنے مقصد حقیقی اور حیات ابدی اور اس کی تیاری کو بھول گیا۔دوسری طرف شیطان بھی ہر طرح سے اس کوشش میں مصروف رہا کہ کسی طرح اس انسان کو ایک اللہ کی عبادت اس کی اطاعت سے نکال کر اپنی بندگی میں داخل کر کے ہمیشہ کیلئے ذلیل ورسوا کر دیا جائے کیونکہ وہ اپنی ذلت کا اصل محرک اور سبب اسی انسان کو سمجھتا تھا۔دوسری طرف اللہ رب العزت جو اس انسان پر بڑا مہربان ہے اپنے مقبول بندوں کے ذریعہ ہر دور ہر جگہ میں اس انسان کی رہنمائی کرتا رہا اور اسے اسکا عہد اور مقصد حقیقی یاد دلاتا رہا۔

حق اور باطل کی اسی باہمی کشمکش کے نتیجے میں دنیا میں مستقل دو گروہ بن گئے ایک ''حق اور اہلحق'' کا گروہ تو دوسرا

''باطل اور اہل باطل'' کا گروہ۔

حق والوں کے ہاتھ میں وحی الٰہی کا نور اور دنیا و آخرت میں کامیابی پانے کیلئے دلائل و براہین کا ایسا روشن آلاؤ تھا جس کے ذریعہ وہ ہر دور میں باطل کی تاریک راہوں پر سے کامیابی و کامرانی کے ساتھ گزرتے گئے۔دوسری طرف باطل کے پاس سوائے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کے اور کچھ بھی نہ تھا یہ گروہ ہمیشہ دلیل کی بنیاد پر، عقل کی بنیاد پر، حق کی بنیاد پر، کلمہ حق کی بنیاد پر اہلحق کے سامنے عاجز و بے بس رہا۔

آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں اہل باطل جب اہلحق کے سامنے دلائل کی جنگ ہار گیا تو اہلحق کا قافلہ روکنے کیلئے دنیا میں اپنی چودہراہٹ بچانے کیلئے ،اپنی عرضی بادشاہتوں کی رونق بحال رکھنے کیلئے دھونس اور دھمکیوں پر اترآیا۔ہابیل کے سامنے قابیل جب دلیل کی بنیاد پر بات کرنے سے عاجز آگیا تو باطل فورا بدمعاشی پر اتر آیا اور کہا قَالَ لَاَقْتُلَنَّکَ تو مجھے نہیں جانتا میں تجھے قتل کردوں گا۔مگر کیا ہوا۔۔؟؟؟ کیا حق ولے ڈر گئے۔۔؟؟؟ ہر گز نہیں بلکہ حق والے حق پر ڈٹے رہے اور ہمیشہ کیلئے امر ہو گئے ۔نوح علیہ السلام کی قوم جب ان کے دلائل کے سامنے عاجز آ گئی تو دھمکیوں پر اتر آئے اور حق والوں کو ڈرانے کیلئے کہالَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۔۔اے نوح اگر تو حق سے باز نہ آیا تو سن لے تو ہماری طاقت کو نہیں جانتا ہم تجھے سنگسار کردیں گے مگر کیا ہوا کیا نوح علیہ السلام ڈر گئے۔۔؟؟ کیا اہلحق کا قافلہ رک گیا۔۔؟؟ کیا حق نے باطل کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔۔؟؟؟ نہیں نہیں بلکہ ذلت و رسوائی باطل کا مقدر بن گئی۔حضرت ھود علیہ السلام کے مقابلے میں باطل جب عاجز آگیا تو اپنے مکرو فریب پر اتر آیا مگر اس وقت بھی اہلحق نے حق کی دعوت کو چھوڑنے کے بجائے یہ صاف اعلان کردیافَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ہاں ہاں سن لو!! تم سے جو ہوسکتا ہے کرلو ہمیں دھمکیاں نہ دو ہمیں مت ڈراؤ ہمیں مہلت بھی نہ دو ہم حق سے باز آنے والے نہیں۔۔بلکہ سنو اگر آج تم نے اپنی اس ظاہری شان وشوکت کی بنیاد پر ہمیں ختم بھی کردیا تو کیا ہوا۔۔؟؟ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا میرا رب تمہاری جگہ کسی اور کو لے آئے گا جو اس حق کے قافلے کو دوبارہ رواں دواں کردے گا اور تم اسکا کچھ بگاڑ نہ سکو

گے۔حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو حق کی دعوت دی تو اہل باطل عاجز آ کر دھونس دھمکیوں اور بد معاشی پر اتر آیا اور کہا اَخرِجُوْھُمْ مِنْ قَرْیَتِکُمْ ان کو اپنے علاقے سے نکال دو ان کی بات نہ سنو نہ یہ یہاں ہونگے نہ حق کی یہ بہاریں ہونگی اور ہماری یہ جھوٹی عبائیں وقبائیں اسی طرح محفوظ رہیں گی پھر کیا ہوا کیا اہل باطل نے اہلحق کو دبا دیا۔۔نہیں نہیں بلکہ حق کے مقابلے میں آنے والا باطل عبرت کا نشان بن گیا فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُجْرِمِیْنَ۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب حق کا نعرہ مستانہ بلند کیا اور اہل باطل کے سامنے حق کے دلائل رکھے تو باطل نے بجائے جواب دینے کے وہی طریقہ اپنایا جو اس کا شیوہ بن چکا تھا اور لگے چلا نے اَتَذَرُ مُوْسٰی وَ قَوْمَہٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرُکَ وَ اٰلِھَتَکَ ارے یہ کیا کیا تو موسیٰ اور اس کے قافلے کو اسی طرح آزاد چھوڑے رکھے گا؟؟ کہ وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو جھٹلاتے رہیں۔۔؟؟ تیرے اس باطل نظام کو للکارتے رہیں ۔۔؟؟؟نہیں نہیں سَنُقَتِّلُ اَبْنَآئَھُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَائَھُمْ ہم اہلحق کو عبرت کا نشان بنادیں گے وَ اَنَا فَوْقَھُمْ قٰھِرُوْنَ وہ ہمیں سمجھتے کیا ہیں ہم ہر طرح سے ان پر غالب ہیں۔مگر کیا ہوا۔۔؟؟؟ کیا اہلحق اہل باطل سے ڈر گئے نہیں نہیں ان کا ایمان تو رب تعالیٰ پر تھا ان کا راستہ تو حق سچ کا راستہ تھا وہ تو پکار پکار کر کہنے لگے اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ وَاصْبِرُوْا ڈرو مت اللہ ہمارے ساتھ ہے صبر کرو حق والوں پر امتحان کے دن آتے رہتے ہیں یہ ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔۔پھر کیا ہوا تاریخ اٹھا کر دیکھو حق کے مقابلے میں آنے والا باطل آج بھی مصر کے عجائب گھر میں دنیا والوں کیلئے عبرت کا نشان بنا ہوا ہے۔

دوستو! تاریخ اٹھاؤ عرب کے ریگستانوں سے حق کی آواز بلند ہوئی کہ بس بہت ہو چکا اب رب کی سرزمین پر رب کا حکم چلے گا حق کا بول بالا ہوگا۔حق کی اس للکار نے باطل پرستوں کی نیندیں حرام کردیں جبہ و دستار کی آڑ لئے ہوئے جھوٹے صوفیوں اور ملاؤں کو اپنی دکانیں پھیکی نظر آنے لگیں حق کے سامنے عاجز آ گئے اور لگے مشورہ کرنے کوئی کہتا ہے کہ حق کی اس آواز کو شہر سے ہی نکال دو جواب ملا حق کا یہ سرچشمہ جہاں جائے گا حق کے چشمے

پھوٹ پڑیں گے۔۔کوئی کہتا ہے کہ اس کو قید و بند میں ڈال دو جواب ملا اس کے پروانے جان پر کھیل کر چھڑا لے جائیں گے۔۔۔دور سے ایک آواز آئی کہ نہیں نہیں سنو! حق کی اس آواز کو ہی ختم کردو ہمیشہ کیلئے اسے بند کردو ہدایت اور حق کے اس چراغ کو ہی بجھادو نہ چراغ رہے گا نہ اس پر مر مٹنے والے پروانے۔مگر کیا ہوا کیا حق مٹ گیا ۔۔؟؟نہیں نہیں خدا کی قسم خود رب کائنات باطل کو ذلیل ورسوا کرنے کیلئے اس کے مقابلے میں آ گیا۔

میرے دوستو سنو! مکہ کے بے آب و گیاہ ریگستان میں تپتی دھوپ میں درد سے کراہتی یہ کس کی زبان ''احد احد'' پکار رہی ہے یہ تو حبشہ کا ایک غلام ہے جس کا نہ کوئی قبیلہ ،نہ خاندان ،پردیسی بے یارومددگار آخر اس سے کسی کو کیا خطرہ؟ جو اس پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں۔۔ہاں ہاں اس نے حق کا ساتھ دے دیا اس نے حق کا بول بالا کر دیا اس نے باطل کو مٹانے کی قسم کھالی اب یہ پردیسی غلام نہ رہا یہ تو بلال حبشی ہو گیا جو چلتا تو زمین پر ہے مگر قدموں کی آہٹ جنت میں سنائی دیتی ہے۔

امام احمد بن حنبل باطل کے سامنے ڈٹ گیا باطل جب اپنی تمام تر عقلیات ،منطقیات وفلسفوں کے باوجود دلائل کی جنگ ہار گیا تو بدمعاشی پر اتر آیا اس نرم و نازک پیٹھ پر جو ہر دم اللہ کی اطاعت کی آگے جھکی رہی اس پر کوڑے برسنے لگے کہ باز آجا۔۔حق کو چھوڑ کر باطل کے ساتھ مل جا۔۔۔ہماری بات مان لے۔۔۔مگر کیا حق نے ہار مان لی کیا اہلحق شکست کھا گئے۔۔؟؟نہیں نہیں وہ تو ہمیشہ کیلئے امر ہو گئے اور ان کے مقابلے میں آنے والا باطل تاریخ کا حصہ بن کر رہ گیا۔

برصغیر میں انگریز باطل کی صورت میں آیا حق والوں کو زندانوں میں قید کیا سولی پر چڑھایا جلاوطن کیا مگر حق والوں کو ختم نہ کر سکا حق کو مٹا نہ سکا۔اہلحق کو بدنام کرنے کیلئے قارون نے ایک فاحشہ عورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگوائی تو انگریز نے اہلحق کو بدنام کرنے کیلئے بریلی کے اپنے ایک نمک حلال ملاں کو مجدد بنا کر پیش کیا اور اس کے ذریعہ سے اہلحق کو ہر طرح سے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی مگر حق والے حق کے نعروں سے باز نہ آئے مرزائی جب دلائل کی جنگ ہار گیا تو لاہور کی گلیوں کو دس ہزار نوجوانوں کے خون سے رنگین کر دیا مگر حق کا بول بالا رہا

اور باطل کا منہ کالا ہوا۔

غرض تاریخ ہمیشہ اس بات کی گواہ رہی کہ باطل نے حق کے مقابلے میں ہمیشہ دھونس دھمکیوں اور بدمعاشی سے کام لیا اور حق کی آواز کو دبانے کیلیۓ ہر قسم کے مکروفریب سے کام لیا مگر حق والوں نے کبھی ان کی پروانہ کی ہمیشہ ہر جگہ ہر میدان میں حق کا جھنڈا بلند کیۓ رکھا۔

قارئین کرام !یہ دور جدید میڈیا کا دور کہلاتا ہے باطل نے اسکا بروقت ادراک کرتے ہوۓ میڈیا کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا اور اپنے باطل نظریات کے پرچار کیلیۓ اسکو مرکزی حیثیت دی۔باطل کی یہ سرگرمیاں حق والوں کیلیۓ تشویش کا سبب بنی اور آخر کار انھوں نے باطل کا مقابلہ کرنے اور حق کی آواز بلند کرنے کیلیۓ چند سال پہلے "اہلحق میڈیا سروس" کی بنیاد رکھی۔کسے معلوم تھا کہ چند سر پھرے نوجوانوں کی یہ ادنی سی کوشش جو انتہائی بے سروسامانی کی کیفیت میں محض اللہ پر بھروسہ کرتے ہوۓ شروع کی گئی ایک دن اہلحق کا سب سے بڑا میڈیا نیٹ ورک بن کر ابھرے گا۔اسے آپ ان نوجوانوں کے اخلاص کا ثمرہ اور کرامت ہی شمار کر سکتے ہیں کہ وہ انٹرنیٹ جہاں کچھ عرصہ پہلے باطل کا راج تھا جہاں اہلحق کا نام لینا ہی سب سے بڑا جرم تھا آج اللہ کی مدد ونصرت اور اس گروپ کی محنت کی برکت سے مسلک اہلحق اہلسنت والجماعت سب سے بڑا اور مضبوط مسلک بن کر ابھرا۔اہلحق نے نہ صرف خود کو منوایا بلکہ باطل کو دفاع کرنے پر مجبور کرتے ہوۓ اسے ناکوں چنے چبوا دیۓ اہلحق میڈیا سروس نے ہر میدان میں باطل کے ہر گروہ کو للکارا۔اہلحق میڈیا سروس کی اسی بڑھتی ہوئی کامیابی اور بے پناہ مقبولیت نے باطل کی نیندیں حرام کردیں اسے اپنا انجام صاف نظر آنے لگا کہ حق کے اس طوفان کو اگر نہ روکا گیا تو یہ باطل کو خس وخاشاک کی طرح اپنے ساتھ بہالے جاۓ گا چنانچہ شیعہ بریلوی غیر مقلد اور دیگر باطل پرستوں نے الکفر ملة واحدة کا ثبوت دیتے ہوۓ اہلحق میڈیا سروس پر حملہ کیا اور اس کی سائٹس کو ہیک کرکے ختم کرنے کی کوشش کی اور حق کی اس آواز کو بند کرنا چاہا مگر الحمدللہ وہ اس میں بری طرح ناکام رہا اپنی عارضی کامیابی پر خوشی سے پھولے جارہے تھے کہ ہم نے اہلحق کو ختم کردیا مگر باطل پرستوں آؤ آج دیکھ لو اہلحق میڈیا سروس پہلے

سے کہیں بڑھ کر تمہارے سامنے موجود ہے۔تم کیا سمجھتے ہو کہ اس طرح کی حرکتیں کر کے ہمارے حوصلے پست کر دو گے نہیں نہیں خدا کی قسم ہم ہر بار ایک نئے جذبے ایک نئے ولولے ایک نئے جوش کے ساتھ تمہارے سامنے ہونگے ۔

باطل سے دبنے والے آسمان نہیں ہے ہم
سو بار کرچکا ہے تو امتحان ہمارا
توحید کی امانت ہے سینوں میں ہمارے
آسان نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا

بریلویوں! اگر آج تم نے razakhanimazhab.tk کا ڈومن خرید کر یا اس کے خلاف رپورٹس لکھوا کر اس کو بند کروادیا تو تم کیا سمجھتے ہو کہ ہم مایوس ہوگئے؟؟۔۔ہم ڈر گئے؟؟۔۔۔نہیں نہیں خدا کی قسم ہمیں یقین ہے کہ حق ہمارے ساتھ ہے ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے اس راہ کے کانٹے ہمارے لئے پھول ہیں ہم خوشی سے ان کو گلے کا ہار بنانے کیلئے تیار ہیں۔اہل باطل یہ بات کان کھول کر سن لے کہ دنیا کی کوئی طاقت اب تمھیں ذلت ورسوائی سے نہیں بچاسکتی شکست تمہارے مقدر میں لکھی جاچکی ہے جبہ ودستار کی آڑ میں تمہارا اصل مکروہ چہرہ دنیاوالوں کو دکھایا جاچکا ہے۔۔آخر تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اس قسم کی حرکتیں کر کے تم ہمیں ڈرادو گے ہماری راہ میں رکاوٹیں پیدا کر کے اس قافلے کو روک دو گے۔۔؟؟ **سنو !**

دین محمدی ابد سے انتہاء تک قربانیوں سے رنگین ہے۔۔بدر سے تبوک تک۔۔۔کربلا سے دشت لیلا تک۔۔۔بابری مسجد سے لال مسجد تک۔۔۔جنگ یمامہ سے جنگ آزادی تک۔۔۔۲۳ سال دور نبوت سے تحریک ختم نبوت تک۔۔مسجد نبوی سے مسجد جھنگوی تک۔۔۔فاروق اعظم سے طارق اعظم تک۔۔۔حضرت عثمان سے ضیاء الرحمٰن تک۔۔۔

غرض تاریخ کا ہر ہر ورق ہماری قربانیوں کی شہادت دے رہا ہے اور یہ اعلان کر رہا ہے کہ

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے گی جس کی حفاظت خدا کرے

اس موقعہ پر میں اہلحق میڈیا سروس کے امیر اور روح رواں محترم میاں ارسلان شکیل بھائی کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اہلحق میڈیا سروس کی بنیاد رکھی اور مسلک اہلحق کی ترویج میں ہر قسم کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور ہمیں ایک بہترین پلیٹ فارم مہیا کیا۔ ہمیں آپ کی قیادت وامارت پر بھرپور اعتماد ہے۔ اللہ پاک آپ کی عمر وعلم میں برکت کرے اور دشمنوں کے شرور سے آپ کی اور اہلحق میڈیا سروس اس کی پوری ٹیم اور اہلحق سے وابستہ لوگوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

خوشخبری

معصوم حاجیوں کو لوٹنے والے بریلوی وزیر حامد سعید کاظمی کے خلاف حاجیوں کی بد دعائیں رنگ لائیں کمرہ عدالت سے گرفتار۔ اہلحق میڈیا سروس نے اس افسوسناک واقعہ کے حقائق سے عوام کو بروقت آگاہ کیا اس کرپشن کی تفصیل

"دوماہی اہلحق کے شمارہ نمبر ۶ بابت ذی القعدہ وذی الحجہ ۱۴۳۱ھ"

میں ملاحظہ فرمائیں

حیات الانبیاء فی ضوء اقوال الفقہاء

محسن اقبال حنفی

الحمد لله رب العالمین الصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین وقال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ تفقھوا قبل ان رسودوا وقال ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری شافعی و بعد ان تسودوا

(رواہ البخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸)

شریعت اسلام میں فقہاء کی اہمیت بہت زیادہ ہے جس پر دلیل دینے کی مجھے قطعاً کوئی ضرورت نہیں کیونکہ فریق ثانی بھی فقہاء کی اہمیت کا منکر نہیں ہاں البتہ وہ اشخاص جو کچھ مسائل میں ان حضرات کے ساتھ ملتے ہیں ان کو کچھ انکار ہے جس پر دلالت کے لئے بخاری کی دو حدیثیں جو اوپر دی گئی ہیں کافی ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ دین کی فقہ عطا فرما دیتا ہے۔اسی طرح حضرت عمرؓ کا قول بھی ہمارے لئے علیکم بسنتی کے تحت حجت ہے کہ انہوں نے فرمایا پیشوا بنائے جانے سے پہلے فقہ حاصل کرلو اور امام بخاری نے فرمایا کہ پیشوا بنائے جانے کے بعد بھی۔پس یہ بحث کافی ہے فقہ کی اہمیت کے لئے اور فقہاء وہ ہیں جو فقہ کا علم حاصل کریں اور لوگوں کو اس سے استفادہ پہنچائے۔آج ایک بات ذہن میں آئی کیوں نہ حیات الانبیاء کے بارے میں جو کچھ فقہاء نے کہا لکھا سمجھا یا اس کو جمع کر دیا جائے۔یوں تو اس سلسلے میں بھی بہت مواد موجود ہے مگر وقت کی قلت اور اپنی گونہ گو مصروفیات کے باعث چند افادات جمع کرنے کا قصد ہے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس ادنی سی کاوش جس میں شاید خلوص کا پیمانہ ذرہ برابر بھی نہ ہو محض اپنے فضل سے قبول فرمائے اور بھولے بھٹکوں کے لئے راہ ہدایت کا سبب بنے۔آمین۔

١......حیات الانبیاء علیہ السلام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی نظر میں

ان حیاته صلی الله علیه وسلم فی القبر لایعقبها موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورهم

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہ السلام اپنی قبور مبارک میں زندہ ہیں

[فتح الباری جلد ٣ صفحہ ٢٢]

٢......ملا علی قاری حنفی کی نظر میں

المعتقد المعتمدانه صلی الله علیه وسلم حی فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم وهم احیاء عند ربهم وان لا رواحهم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی فهم یحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون

ترجمہ: قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں اور اپنے رب کے پاس زندہ ہیں (یعنی ان کی ارواح کا تعلق قبر میں موجود جسم سے بھی ہے اور علیین میں بھی انکی ارواح کا تعلق ہے جس طرح شہداء کی ارواح کا ان کے جسد اور سبز پرندوں سے تعلق ہوتا ہے جس کی تفصیل خود قاری صاحب نے کردی کہ) ان کی ارواح کا تعلق دونوں عالم سفلی اور علوی سے ہوتا ہے جیسا دنیا میں تھا سو وہ قلب کے اعتبار سے قلبی اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں

(شرح شفاء جلد ٢ صفحہ ١٤٣)

٣......علامہ سمہودی کی نظر میں

لا شک فیه حیاته صلی الله علیه وسلم بعد وفاته و کذا سائر الانبیاء علیهم الصلوة والسلام احیاء فی قبورهم حیاه اکمل من حیاة الشهداء التی اخبر الله بها فی کتابه عزیزاً

ترجمہ: وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاء بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انکی یہ حیات شہداء کی حیات سے بڑھ کر ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے

[وفاالوفاء ۲/۴۰۵]

۴......امام علی سبکیؒ کی نظر میں

واما حیاة الانبیاء اعلی واکمل واتم من الجمیع لانها الروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا

ترجمہ: بہرحال انبیاء علیہم السلام کی حیات تو تمام سے اعلی اکمل اور اتم ہے کیونکہ ان کی حیات جسم اور روح دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح کہ دنیا میں تھی۔

[شفاء السقام ۱۵۴]

۵......علامہ تاج الدین سبکیؒ کی نظر میں

ومن عقائدنا ان الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبورهم فاین الموت

ترجمہ: ہمارے عقیدے میں یہ بات داخل ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو پھر ان پر موت کہاں؟

[طبقات شافعیہ الکبری ۶/۲۶۶]

۶......امام ابوالحسن اشعریؒ کی نظر میں

امام القشیریؒ ابوالحسن اشعریؒ کیجانب منسوب غلط عقیدے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "وکیف تصح ذلک وعندهم محمد صلوات الله علیه حی فی قبره" یعنی" ان کے نزدیک (یعنی حضرت ابوالحسن

اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک) آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔" [الرسائل القشیر یہ صفحہ ۱۰]

۷......علامہ سلیمان بن داؤد البغدادیؒ کی نظر میں

والحاصل ان حیاۃ الانبیاء ثابتہ بالاجماع یعنی" حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام کی حیات بالاجماع ثابت ہے"

[المنحۃ الوھبیۃ ٦]

۸......علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ کی نظر میں

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا المقام عندنا من الادلۃ فی ذلک و تواتر ت بہ الاخبار الدالۃ علی ذلک

(انباء الاذکیاء ۲ اور فتاوی امام سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

ترجمہ: آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قبر مبارک میں اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات (فی القبر) ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔

۹......امام عبدالوھاب شعرانی کے نزدیک

قد صحت الاحادیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی باذان واقامۃ

(منح المنۃ ۹۲)

ترجمہ: بلاشبہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں

۱۰......شارح بخاری سرتاج احناف علامہ بدرالدین العینی حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی نظر میں

علامہ عینیؒ قرآن پاک کے ارشاد امتنا اثنتین (الآیۃ) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"ارادا بالموتتين الموت فى الدنيا والموت فى القبر وهما موتتان المعروفتان المشهورتان فلذلك ذكرهما بالتعريف وهما موتتان لكل احد غير انبياء عليهم السلام فانهم لايموتون فى قبورهم بل هم احياء واما سائر الخلق فهم يموتون فى القبور ثم يحيون يوم القيامة" (عمدۃ القاری صفحہ ۷ جلد ۶۰۰) یعنی "دوموتوں سے ایک وہ موت مراد ہے جو دنیا میں آتی ہے اور دوسری وہ جو قبر میں (منکر نکیر کے سوالات کے جواب دینے کے بعد آتی ہے) یہی دو مشہور و معروف موتیں ہیں اس لیے ان کو (الف ولام حرف) تعریف سے ذکر کیا ہے ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ اپنی قبر مبارک میں نہیں مرتے بلکہ زندہ ہی رہتے ہیں بخلاف دیگر مخلوق کہ (وہ حساب کتاب کے بعد) اپنی قبروں میں وفات پا جاتے ہیں پھر روز قیامت زندہ ہونگے۔ (اس کے علاوہ سلام کا جواب دینے کے لئے بھی روح لوٹائے جانا بھی ثابت ہے)

اب ان دس حوالہ جات کے بعد ہم اپنی تحریر کو اختتام پر پہنچانے سے پہلے ایک لچر اعتراض کا جواب بھی عرض کر دیتے ہیں کہ مخالفین جب ان حوالوں کو غلط ثابت نہیں کر پاتے تو کہتے ہیں کہ یہاں قبر سے مراد علیین ہے جس کو وہ شرعی قبر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔تو ان کے لئے عرض ہے مندرجہ بالا حوالہ جات میں صراحت سے مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مدینہ منورہ والی قبر میں بھی زندہ ہیں جیسا کہ ملا علی قاریؒ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح دیگر کی بھی یہاں قبر سے یہی مراد ہے۔اگر مخالف دعوی کرتا ہے کہ یہاں یہ قبر مراد نہیں ہے تو محض زبان کا چلانا اس کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اس سلسلے میں وہ اپنی بات معتبر کتب سے با حوالہ ثابت کرے ورنہ ایسی بے محل باتوں پر توجہ دینا کوئی بھی گوارا نہیں کرتا۔

☆☆☆وما علینا الا البلغ المبین☆☆☆

اکابر دیو بند کیا تھے؟

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی ایک لاجواب کتاب

اکابر دیوبند کیا تھے؟ اس کا جواب مختصر لفظوں میں یوں بھی دیا جاسکتا ہے کہ وہ خیر القرون کی یادگار تھے، سلف صالحین کا نمونہ تھے، اسلامی مزاج و مذاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے، لیکن ان مختصر جملوں کی تشریح و تفصیل کرنے بیٹھیں تو اس کے لیے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی خصوصیات کو لفظوں میں سمیٹنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ اس لیے کہ ان کی خصوصیات کا تعلق درحقیقت اس مزاج و مذاق سے ہے جو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی سیرتوں اور اُن کے طرزِ زندگی سے مستنیر تھا اور مزاج و مذاق وہ چیز ہے جسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن الفاظ کے ذریعے ٹھیک ٹھیک بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح گلاب کی خوشبو کو سونگھا تو جاسکتا ہے لیکن اس کی پوری کیفیت کو الفاظ میں ڈھالنا ممکن نہیں۔ اسی طرح اُن حضرات کے مزاج و مذاق کو ان کی صحبتوں اور ان کے واقعات سے سمجھا جاسکتا ہے مگر اس کی منطقی تعبیر ناممکن ہے۔

لہٰذا اس مضمون میں اکابر دیوبند کی خصوصیات و امتیازات کو نظری طور سے بیان کرنے کے بجائے اُن کے چند متفرق واقعات سنانے مقصود ہیں جن سے ان کی خصوصیات زیادہ واضح اور آسان طریقے سے سمجھ میں آسکیں گی ... وباللہ التوفیق!

علم و فضل اور اُس کے ساتھ تواضع وللّٰہیت

اگر صرف وسعت مطالعہ، قوتِ استعداد اور کثرتِ معلومات کا نام علم ہو تو یہ صفت آج بھی ایسی کمیاب نہیں لیکن اکابر دیوبند کی خصوصیت یہ ہے کہ علم و فضل کے سمندر سینے میں جذب کر لینے کے باوجود اُن کی تواضع، فنائیت اور للّٰہیت

انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہ محاورہ زبان زدِ عام ہے کہ ''پھلوں سے لدی ہوئی شاخ ہمیشہ جھکتی ہے'' لیکن ہمارے زمانے میں اس محاورے کا عملی مظاہرہ جتنا اکابر دیوبند کی زندگی میں نظر آتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔ چند واقعات ملاحظہ فرمایئے:

۱- بانیٔ دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم بحر ناپیدا کنار تھے۔ اُن کی تصانیف آبِ حیات، تقریر دلپذیر، قاسم العلوم اور مباحثہ شاہجہاں پور وغیرہم سے اُن کے مقامِ بلند کا کچھ اندازہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض تصانیف تو ایسی ہیں کہ اچھے اچھے علماء کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ حد یہ ہے کہ ان کے ہم عصر بزرگ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ دارالعلوم میں معروف تھا کہ ''میں نے آبِ حیات کا چھ مرتبہ مطالعہ کیا ہے، اب وہ کچھ کچھ سمجھ میں آئی ہے۔''

اور حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ایسے وسیع و عمیق علم کے بعد، بالخصوص جب کہ اس پر عقلیات کا غلبہ ہو، عموماً علم و فضل کا زبردست پندار پیدا ہو جایا کرتا ہے لیکن حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ خود فرماتے ہیں:

''جس طرح صوفیوں میں بدنام ہوں اسی طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پر لگا ہوا ہے، اس لیے پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے، اگر یہ مولویت کی قید نہ ہوتی تو قاسم کی خاک کا بھی پتہ نہ چلتا۔'' (۲)

چنانچہ اُن کی بے نفسی کا عالم یہ تھا کہ بقول مولانا احمد حسن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ:

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس طالب علم کے اندر تکبر دیکھتے تھے اُس سے کبھی کبھی جوتے اُٹھوایا کرتے تھے اور جس کے اندر تواضع دیکھتے تھے اُس کے جوتے خود اُٹھالیا کرتے تھے''۔ (۳)

۲- یہی حال حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ انھیں اُنکے تفقّہ کے مقامِ بلند کی بناء پر حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ابوحنیفۂ عصر'' کا لقب دیا تھا اور وہ اپنے عہد میں اسی لقب سے معروف تھے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پایہ محقق جو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کو

''فقیہ النفس'' کا مرتبہ دینے کے لیے تیار نہ تھے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ''فقیہ النفس'' فرمایا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ سناتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آ گئی۔ سب طلبہ کتابیں لے لے کر اندر کو بھاگے مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ سب طلباء کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اُٹھا کر لے چلیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے'' (۴)

۳۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے علم و فضل کا کیا ٹھکانا؟ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ ''ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے وعظ کہنے کے لیے اصرار کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عذر فرمایا کہ مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگ نہ مانے تو اصرار پر وعظ کے لیے کھڑے ہو گئے اور حدیث ''فقیہ واحد اشدّ علی الشیطٰن من الف عابد'' پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ:

''ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔''

مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے۔ انھوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ: ''یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آوے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔''

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جوابی ردِ عمل معلوم کرنے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ ذرا دیر گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ اگر اُن کی جگہ ہم ہوتے تو کیا کرتے؟ ترجمہ صحیح تھا اور اُن صاحب کا اندازِ بیان توہین آمیز ہی نہیں، اشتعال انگیز بھی تھا۔ لیکن اس شیخ وقت کا طرزِ عمل سنیے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر:

''مولانا فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا۔ خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہو گئی، یعنی آپ کی شہادت۔''

چنانچہ وعظ تو پہلے ہی مرحلے پر ختم فرما دیا، اس کے بعد اُن عالم صاحب سے بطرزِ استفادہ پوچھا کہ ''غلطی کیا ہے؟ تاکہ آئندہ بچوں'' انھوں نے فرمایا کہا اَشدّ کا ترجمہ اُثقل (زیادہ بھاری) نہیں بلکہ اُضرّ (زیادہ نقصان دہ) کا آتا

ہے۔ ''مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا کہ ''حدیث وحی میں ہے یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھواشدّ علیّ'' (کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے) کیا یہاں بھی اضرّ (زیادہ نقصان دہ) کے معنی ہیں؟ اس پر وہ صاحب دم بخود رہ گئے۔ (۵)

۴۔ حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب کانپور میں مدرس تھے، انھوں نے مدرسہ کے جلسہ کے موقع پر اپنے استاذ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا، کانپور میں بعض اہل علم معقولات کی مہارت میں معروف تھے اور کچھ بدعات کی طرف بھی مائل تھے۔ ادھر علمائے دیوبند کی زیادہ توجہ چونکہ خالص دینی علوم کی طرف رہتی تھی، اس لیے یہ حضرات یوں سمجھتے تھے کہ علمائے دیوبند کو معقولات میں کوئی درک نہیں ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت نوجوان تھے اور اُن کے دل میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کرنے کا ایک داعیہ یہ بھی تھا کہ یہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہوگی تو کانپور کے ان علماء کو پتا چلے گا کہ علمائے دیوبند کا علمی مقام کیا ہے؟ اور وہ منقولات ومعقولات دونوں میں کیسی کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جلسہ منعقد ہوا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر شروع ہوئی، حسن اتفاق سے تقریر کے دوران کوئی معقولی مسئلہ زیر بحث آ گیا۔ اس وقت تک وہ علماء جن کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنانا چاہتے تھے، جلسہ میں نہیں آئے تھے۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر شباب پر پہنچی اور اُس معقولی مسئلہ کا انتہائی فاضلانہ بیان ہونے لگا تو وہ علماء تشریف لے آئے جن کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو انتظار تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر بہت مسرور ہوئے کہ اب ان حضرات کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کا اندازہ ہوگا۔ لیکن ہوا یہ کہ جونہی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اُن علماء کو دیکھا۔ تقریر کو مختصر کر کے فوراً ختم کر دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، انھوں نے یہ دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ:

''حضرت! اب تو تقریر کا اصل وقت آیا تھا، آپ بیٹھ کیوں گئے؟''

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''ہاں! دراصل یہی خیال مجھے بھی آ گیا تھا۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا واقعہ مشہور ہے کہ کسی یہودی نے ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی کردی تھی تو وہ اس پر چڑھ دوڑے اور اُسے زمین پر گرا کر اس کے سینے پر سوار ہوگئے ۔ یہودی نے جو اپنے آپ کو بے بس پایا تو کھسیانا ہو کر اُس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روئے مبارک پر تھوک دیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کو چھوڑ کر فوراً الگ ہوگئے اور پوچھنے پر بتایا کہ میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر اس یہودی سے اُلجھا تھا۔ اگر تھوکنے کے بعد کوئی اور کارروائی کرتا تو یہ اپنے نفس کی مدافعت ہوتی۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس عمل سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ سنت تازہ فرمادی۔ مطلب یہی تھا کہ اب تک تو تقریر نیک نیتی سے خالص اللہ کے لیے ہو رہی تھی لیکن یہ خیال آنے کے بعد اپنا علم جتانے کے لیے ہوتی، اس لیے اسے روک دیا۔ (٦)

۵- مدرسہ معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب معقولات کے مسلّم عالم تھے۔ انھوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی شہرت سن رکھی تھی، ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہنچ گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان اور تہبند پہنے ہوئے تھے۔ مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ ''مجھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنا ہے'' وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اندر لے گئے، آرام سے بٹھایا اور کہا کہ ''ابھی ملاقات ہوجاتی ہے'' مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ منتظر رہے، اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا کو پلایا۔ اس کے بعد مولانا اجمیری نے کہا کہ ''حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو اطلاع دیجیے'' اُن صاحب نے فرمایا '' آپ بے فکر رہیں اور آرام سے تشریف رکھیں'' تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا، مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ''میں مولانا محمود حسن صاحب سے ملنے آیا ہوں، آپ اُنھیں اطلاع کر دیجیے''۔ ان صاحب نے فرمایا

''اُنھیں اطلاع ہوگئی ہے آپ کھانا تناول فرمائیں ابھی ملاقات ہوجاتی ہے'' مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھالیا تو اُن صاحب نے اُنھیں پنکھا جھلنا شروع کردیا۔ جب دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ برہم ہوگئے اور فرمایا کہ آپ میرا وقت ضائع کررہے ہیں، میں مولانا سے ملنے آیا تھا اور اتنی دیر ہوچکی ہے، ابھی تک آپ نے اُن سے ملاقات نہیں کرائی۔ اس پر وہ صاحب بولے کہ:

''دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں۔ البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے۔''

مولانا معین الدین صاحب یہ سن کر ہکا بکا رہ گئے اور پتہ چل گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کیا چیز ہیں؟''(۷)

۶- امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مجلس میں نقل کیا کہ ایک عیسائی فیلسوف نے لکھا ہے کہ ''اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محقق اور مدقق اسلام کو حق سمجھتا ہے۔'' یہ واقعہ بیان کرکے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں کہ میرے زمانہ میں مولانا انور شاہ صاحب کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ایسا محقق اور مدقق عالم اسلام کو حق سمجھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔''(۸)

انہی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ حضرت مولانا محمد انوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مقدمہ بھاولپور کے موقع پر جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے کفر پر بے نظیر تقریر فرمائی اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ ''جو چیز دین میں تواتر سے ثابت ہو اُس کا منکر کافر ہے'' تو قادیانیوں کے گواہ نے اس پر اعتراض کیا:

''آپ کو چاہیے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ دیں کیونکہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں علامہ بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے۔''

اس وقت بڑے بڑے علماء کا مجمع تھا، سب کو پریشانی ہوئی کہ فواتح الرحموت اس وقت پاس نہیں ہے، اس اعتراض کا

جواب کس طرح دیا جائے؟ مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ جو اس واقعے کے وقت موجود تھے، فرماتے ہیں:

''ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب نہ تھی۔ مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیران تھے کہ کیا جواب دیں گے؟'' لیکن اسی حیرانی کے عالم میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز گونجی: ''جج صاحب! لکھیے، میں نے بتیس سال ہوئے، یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دراصل یہ فرماتے ہیں کہ حدیث **"لاتجتمع امتی علی الضلالۃ"** تواتر معنوی کے رُتبے کو نہیں پہنچی، لہٰذا انھوں نے اس حدیث کے تواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے، نہ کہ تواتر معنوی کے حجت ہونے کا۔ ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکے سے کام لیا ہے۔ ان کو کہو کہ عبارت پڑھیں۔ ورنہ میں ان سے کتاب لے کر عبارت پڑھتا ہوں۔''

چنانچہ قادیانی شاہد نے عبارت پڑھی۔ واقعی اس کا مفہوم وہی تھا جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔ مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جج صاحب! یہ صاحب ہمیں مُفحَم (لاجواب) کرنا چاہتے ہیں۔ میں چونکہ طالب علم ہوں، میں نے دو چار کتابیں دیکھ رکھی ہیں، میں انشاء اللہ مُفحَم نہیں ہونے کا۔''(۹)

ایک طرف علم و فضل اور قوت حافظہ کا یہ محیر العقول کارنامہ دیکھیے کہ بتیس سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا ایک جزوی حوالہ کتنی جزرسی کے ساتھ یاد رہا، دوسری طرف اس موقع پر کوئی اور ہوتا تو نہ جانے کتنے بلند بانگ دعوے کرتا، لیکن خط کشیدہ جملہ ملاحظہ فرمایئے کہ وہ تواضع کے کس مقام کی غمازی کر رہا ہے؟ اور یہ محض لفظ ہی نہیں ہیں، وہ واقعتاً اپنے تمام کمالات کے باوصف اپنے آپ کو ایک معمولی طالب علم سمجھتے تھے اور اس دعائے نبوی کے مظہر تھے کہ اللّٰھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا۔

۶۔ حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ ہی راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے جا رہے تھے، بس کے انتظار میں سیالکوٹ اڈّے پر تشریف فرما تھے، ایک پادری آیا اور کہنے لگا کہ

آپ کے چہرے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بڑے عالم دین ہیں۔ فرمایا ''نہیں! میں طالب علم ہوں'' اس نے کہا ''آپ کو اسلام کے متعلق علم ہے؟'' فرمایا ''کچھ کچھ'' پھر اُن کی صلیب کے متعلق فرمایا کہ ''تم غلط سمجھے ہو۔ اس کی یہ شکل نہیں ہے۔'' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر چالیس دلائل دیے۔ دس قرآن سے دس تورات سے، دس انجیل سے اور دس عقلی۔ وہ پادری آپ کی تقریر سن کر کہنے لگا کہ اگر مجھے اپنے مفادات کا خیال نہ ہوتا تو میں مسلمان ہو جاتا، نیز یہ کہ مجھے خود اپنے مذہب کی بہت سی باتیں آپ سے معلوم ہوئیں۔ (۱۰)

۷- احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم نے بار بار یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جب میں دار العلوم دیوبند میں ملا حسن پڑھتا تھا تو ایک روز اس کی عبارت پر کچھ شبہ ہوا جو حل نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں استفسار کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں کتاب لے کر ان کی تلاش میں نکلا، وہ اپنی جگہ پر نہیں تھے اور جب وہ اپنی جگہ پر نہ ہوں تو ان کا کتب خانہ میں ہونا متعین تھا۔ میں کتب خانہ میں پہنچا تو وہ کتب خانے کی بالائی گیلری میں بیٹھے مطالعہ میں مشغول تھے۔ میں ابھی نیچے ہی تھا کہ انھوں نے مجھے دیکھ لیا اور اوپر ہی سے میرے آنے کی وجہ پوچھی۔ میں نے عرض کیا کہ ''ملا حسن کے ایک مقام پر کچھ اشکال ہے وہ سمجھنا تھا۔'' وہیں بیٹھے بیٹھے فرمایا ''عبارت پڑھیے'' میں نے عبارت پڑھنی شروع کی تو بیچ ہی میں روک کر فرمایا: ''اچھا! یہاں آپ کو یہ شبہ ہوا ہوگا'' اور پھر بعینہ وہی اشکال دہرا دیا جو میرے دل میں تھا۔ میں نے تصدیق کی کہ واقعی یہی شبہ ہے، اس پر انھوں نے اس کے جواب میں وہیں سے ایسی تقریر فرمائی کہ تمام اشکال کافور ہو گئے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرصہ دراز سے حدیث کی تدریس میں مصروف تھے اور منطق کی کتابوں سے واسطہ تقریباً ختم ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود یہ حافظہ اور یہ استحضار کرشمۂ قدرت نہیں تو اور کیا ہے؟

۸- احقر نے اپنے والد ماجد سے بھی سنا ہے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہم سے بھی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۱ھ میں علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ کی مشہور شرح ہدایہ ''فتح

القدیر'' اور اس کے تکملہ کا مطالعہ بیس سے کچھ زائد ایام میں کیا تھا اور کتاب الحج تک اس کی تلخیص لکھی تھی اور انھوں نے صاحب ہدایہ پر جو اعتراضات کیے ہیں اُن کا جواب بھی لکھا تھا۔ اس کے بعد مدت العمر ''فتح القدیر'' کی مراجعت کی ضرورت نہیں پڑی اور کسی تازہ مطالعہ کے بغیر اس کی نہ صرف باتوں بلکہ طویل عبارتوں تک کا حوالہ سبق میں دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا بنوری مدظلہم فرماتے ہیں کہ انھوں نے ۱۳۴۷ھ میں ہم سے یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا:

''چھبیس سال ہوئے پھر مراجعت کی ضرورت نہیں پڑی اور جو مضمون اس کا بیان کروں گا، اگر مراجعت کروگے تفاوت کم پاؤ گے۔'' (۱۱)

۹- حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ درس سے فراغت کے بعد میں جب بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلے سے لکھے ہوئے متعدد سوالات کے جواب اُن سے معلوم کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کی حاضری میں ترمذی شریف کی ایک عبارت کا حوالہ میں نے دیا اور عرض کیا کہ اس عبارت میں یہ اشکال ہے، بہت غور کیا لیکن حل نہیں ہوسکا۔ فرمایا ''مولوی صاحب! آپ کو یاد نہیں رہا، مجھے خوب یاد ہے کہ جس سال آپ دورہ میں تھے اس موقع پر میں نے بتایا تھا کہ یہاں ترمذی کے اکثر نسخوں میں ایک غلطی واقع ہوگئی ہے لیکن لوگ سرسری طور پر گزر جاتے ہیں اور انھیں پتہ نہیں چلتا، ورنہ یہ اشکال سب کو پیش آنا چاہیے'' پھر فرمایا کہ ''صحیح عبارت اس طرح ہے'' مولانا نعمانی مدظلہم لکھتے ہیں:

''اللہ اکبر! یہ بات بھی یاد رہتی تھی کہ فلاں سال اس موقع پر سبق میں یہ بات فرمائی تھی''۔ (۱۲)

۱۰- حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی ایک تصنیف کے سلسلہ میں ابوالحسن کذاب کے حالات کی ضرورت تھی۔ مجھے ان کی تاریخ نہ ملی۔ چنانچہ میں حسب معمول حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درِ دولت پر پہنچ گیا۔ اس وقت مرضِ وفات اپنی آخری حد پر پہنچ چکا تھا اور دو تین ہفتے بعد وصال

ہونے والا تھا۔ کمزور بے حد ہو چکے تھے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد میں نے آنے کی غرض بتائی تو انھوں نے فرمایا کہ ادب اور تاریخ کی کتابوں میں فلاں فلاں مواقع کا مطالعہ کر لیجیے اور تقریباً آٹھ دس کتابوں کے نام لے دیے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے تو کتابوں کے اتنے اسماء یاد بھی نہ رہیں گے۔ نیز انتظامی مہمات کے بکھیڑوں میں اتنی فرصت بھی نہیں کہ چند جزوی مثالوں کے لیے اتنا طویل وعریض مطالعہ کروں۔ بس آپ ہی اس شخص کی دروغ گوئی کے متعلقہ واقعات کی دو چار مثالیں بیان فرمادیں، میں اُنہی کو آپ کے حوالہ سے جزوِ کتاب بنادوں گا۔ اس پر مسکرا کر ابوالحسن کذاب کی تاریخ، اُس کے سن ولادت سے سن وار بیان فرمانی شروع کردی جس میں اس کے جھوٹ کے عجیب وغریب واقعات بیان فرماتے رہے۔ آخر میں سن وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص مرتے مرتے بھی جھوٹ بول گیا پھر اُس جھوٹ کی تفصیل بیان فرمائی۔

حیرانی یہ تھی کہ یہ بیان اس طرز سے ہو رہا تھا کہ گویا حضرت ممدوح نے آج کی شب میں مستقلاً اسی کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے جو اس بسط سے سن وار واقعات بیان فرما رہے ہیں چنانچہ میں نے تعجب آمیز لہجے میں عرض کیا کہ ''حضرت! شاید کسی قریبی زمانے ہی میں اس کی تاریخ دیکھنے کی نوبت آئی ہوگی؟'' سادگی سے فرمایا ''جی نہیں! آج سے تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے جب میں مصر گیا ہوا تھا۔ خدیوی کتب خانہ میں مطالعہ کے لیے پہنچا تو اتفاقاً اسی ابوالحسن کذاب کا ترجمہ سامنے آگیا اور اس کا مطالعہ دیر تک جاری رہا، بس اسی وقت جو باتیں کتاب میں دیکھیں حافظہ میں محفوظ ہوگئیں اور آج آپ کے سوال پر مستحضر ہوگئیں جن کا میں نے اس وقت تذکرہ کیا''۔ (۱۳)

۱۱- یہی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ تحریک خلافت کے دور میں جب امارتِ شرعیہ (عوام کی طرف سے قاضی مقرر کرنے) کا مسئلہ چھڑا تو مولوی سبحان اللہ خاں صاحب گورکھپوری نے اپنے بعض نقاطِ نظر کی تائید میں بعض سلف کی عبارت پیش کی جو ان کے نقطۂ نظر کی تو مؤید تھی مگر مسلک جمہور کے خلاف تھی۔ یہ عبارت وہ لے کر خود دیوبند تشریف لائے اور مجمع علماء میں اُسے پیش کیا۔ تمام اکابر دارالعلوم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں جمع تھے۔ حیرانی یہ تھی کہ نہ اس عبارت کو رد ہی کرسکتے تھے کہ وہ سلف میں

سے ایک بڑی شخصیت کی عبارت تھی اور نہ اُسے قبول ہی کر سکتے تھے کہ مسلک جمہور کے صراحتاً خلاف تھی۔ یہ عبارت اتنی واضح اور صاف تھی کہ اُسے کسی تاویل وتوجیہہ سے بھی مسلک جمہور کے مطابق نہیں کیا جاسکتا تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ استنجا کے لیے تشریف لے گئے تھے وضو کر کے واپس ہوئے تو اکابر نے عبارت اور مسلک کے تعارض کا تذکرہ کیا اور یہ کہ ان دونوں باتوں میں تطبیق بن نہیں پڑتی۔ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ حسب عادت ''حسبنا اللہ'' کہتے ہوئے بیٹھ گئے اور عبارت کو ذرا غور سے دیکھ کر فرمایا کہ اس عبارت میں جعل اور تصرف کیا گیا ہے۔ اُسی وقت کتب خانہ سے کتاب منگائی گئی۔ دیکھا تو واقعی اصل عبارت میں سے پوری ایک سطر درمیان سے حذف ہوئی تھی۔ جونہی اس سطر کو عبارت میں شامل کیا گیا عبارت کا مطلب مسلک جمہور کے موافق ہوگیا اور سب کا تحیر رفع ہوگیا۔ (۱۴)

۱۲- حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہم فرماتے ہیں کہ طلاق کے ایک مسئلہ میں کشمیر کے علماء میں اختلاف ہوگیا۔ فریقین نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکم بنایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے دلائل غور سے سنے۔ اُن میں سے ایک فریق اپنے موقف پر فتاویٰ عمادیہ کی ایک عبارت سے استدلال کر رہا تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے دارالعلوم کے کتب خانے میں فتاویٰ عمادیہ کے ایک صحیح قلمی نسخہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں یہ عبارت ہرگز نہیں ہے لہٰذا یا تو ان کا نسخہ غلط ہے یا یہ لوگ کوئی مغالطہ انگیزی کر رہے ہیں۔'' (۱۵)

ایسے علم وفضل اور ایسے حافظہ کا شخص اگر بلند بانگ دعوے کرنے لگے تو کسی درجہ میں اس کو حق پہنچ سکتا ہے، لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس قافلۂ رُشد وہدایت کے فرد تھے جس نے مَن تَوَاضَعَ لِلّٰہِ کی حدیث کا عملی پیکر بن کر دکھایا تھا۔ چنانچہ اسی واقعہ میں جب انھوں نے حضرت مولانا بنوری مدظلہم کو اپنا فیصلہ لکھنے کا حکم دیا تو انھوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ''الحبر البحر'' (عالم متبحر) کے دو تعظیمی لفظ لکھ دیے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو قلم ہاتھ سے لے کر زبردستی خود یہ الفاظ مٹائے اور غصہ کے لہجہ میں مولانا

بنوری سے فرمایا:

''آپ کو صرف مولانا محمد انور شاہ لکھنے کی اجازت ہے''۔(۱۶)

پھر ایسا شخص جو ہمہ وقت کتابوں ہی میں مستغرق رہتا ہو، اُس کا یہ جملہ ادب و تعظیم کتب کے کس مقام کی نشان دہی کرتا ہے کہ:

''میں مطالعہ میں کتاب کو اپنا تابع کبھی نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ خود کتاب کے تابع ہو کر مطالعہ کرتا ہوں۔''

چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

''سفر و حضر میں ہم لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ لیٹ کر مطالعہ کر رہے ہوں یا کتاب پر کہنی ٹیک کر مطالعہ میں مشغول ہوں، بلکہ کتاب کو سامنے رکھ کر مؤدّب انداز میں بیٹھتے، گویا کسی شیخ کے آگے بیٹھے ہوئے استفادہ کر رہے ہوں۔''

اور یہ بھی فرمایا کہ:

''میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک دینیات کی کسی کتاب کا مطالعہ بے وضو نہیں کیا۔''(۱۷)

۱۳- دارالعلوم کی تاریخ میں یہ جملہ بہت معروف ہے کہ دارالعلوم کی ابتداء دو ایسے بزرگوں سے ہوئی جن دونوں کا نام محمود تھا اور دونوں قصبۂ دیوبند کے باشندے تھے۔ ان میں شاگرد تو وہ محمود تھے جو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہوئے اور استاد حضرت ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ راقم الحروف کے جد امجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سنن ابن ماجہ پر جو حاشیہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے چھپا ہوا ہے اس کا بڑا حصہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے لکھوایا ہے۔ ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ طلباء نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ وجہ یہ تھی کہ علم کے دعوے اور نام و نمود کی خواہشات سے اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ خصلت بزرگ کو ایسا پاک رکھا تھا کہ عام آدمی کو یہ پہچاننا بھی مشکل تھا کہ یہ کوئی بڑے عالم ہیں۔

اپنا گھریلو سودا سلف اور گوشت ترکاری خود بازار سے خرید کرلاتے اور گھر میں عام آدمیوں کی طرح زندگی گزارتے تھے مگر علوم کے استحضار اور حفظ کا عالم یہ تھا کہ راقم کے جدِ امجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی کتاب (جو غالباً منطق یا اصولِ فقہ کی کتاب تھی) اتفاقاً درس سے رہ گئی تھی، انھیں یہ فکر تھی کہ دورۂ حدیث شروع ہونے سے پہلے یہ کتاب پوری ہو جائے چنانچہ انھوں نے مُلّا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی۔ ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوقاتِ مدرسہ کے علاوہ بھی میرے تمام اوقات اسباق سے بھرے ہوئے ہیں، صرف ایک وقت ہے کہ جب میں گھر کا گوشت ترکاری لینے کے لیے بازار جاتا ہوں، یہ وقت خالی گزرتا ہے، تم ساتھ ہو جاؤ تو اس وقفے میں سبق پڑھا دوں گا۔ احقر کے دادا حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کتاب بڑی اور مشکل تھی جس کو دوسرے علماء غور و مطالعہ کے بعد بھی مشکل سے پڑھا سکتے تھے۔ مگر مُلّا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ راستہ میں کچھ قصاب کی دوکان پر یہ تمام کتاب ہمیں اس طرح پڑھا دی کہ کوئی مشکل ہی نظر نہ آئی۔ (۱۸)

۱۴- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ طالب علمی کے زمانے ہی سے اپنی قوتِ استعداد، ذہانت وفطانت اور علم و عمل میں مصروف تھے لیکن جب ۱۳۰۰ھ میں آپ دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے، اور دستار بندی کے لیے دیوبند میں بہت بڑا اور شاندار جلسہ منعقد کرنے کی تجویز ہوئی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم سبقوں کو لے کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ''حضرت! ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغ دی جائے گی۔ حالانکہ ہم اس قابل ہرگز نہیں لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرما دیا جائے ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی۔'' حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سن کر جوش آ گیا اور فرمایا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے، یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں اس لیے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیے،

باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی، جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے۔(۱۹)

سادگی اور مخلوقِ خدا کا خیال

۱۵- حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی اکابرِ دیوبند میں ہے۔ ان کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلاواسطہ شاگرد اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق ہیں۔ وہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لیے جا رہا تھا، بوجھ زیادہ تھا اور وہ بمشکل چل رہا تھا، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حال دیکھا تو اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا۔ اس بوڑھے نے اُن سے پوچھا! ''اجی! تم کہاں رہتے ہو؟'' انھوں نے کہا: ''بھائی! میں کاندھلہ میں رہتا ہوں''۔ اس نے کہا: ''وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں'' اور یہ کہہ کر ان کی بڑی تعریفیں کیں، مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہے، ہاں نماز تو پڑھ لے ہے''۔ اس نے کہا ''واہ میاں! تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو؟'' مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں ٹھیک کہتا ہوں'' وہ بوڑھا اُن کے سر ہو گیا، اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا تھا، اس نے بوڑھے سے کہا ''بھلے مانس! مولوی مظفر حسین یہی ہیں'' اس پر وہ بوڑھا مولانا سے لپٹ کر رونے لگا۔(۲۰)

۱۶- انہی مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت یہ تھی کہ اشراق کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا کرتے تھے اور اپنے تمام رشتہ داروں کے گھر تشریف لے جاتے جس کسی کو بازار سے کچھ منگانا ہوتا اس سے پوچھ کر لا دیتے اور طرّہ یہ کہ اس زمانے میں لوگوں کے پاس پیسے کم ہوتے تھے، عموماً چیزیں غلّے کے عوض خریدی جاتی تھیں چنانچہ آپ گھروں سے غلّہ باندھ کر لے جاتے اور اس سے اشیاءِ ضرورت خرید کر لاتے تھے۔(۲۱)

۱۷- یہی حال دیوبند کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ علم

وفضل کا تو یہ عالم کہ آج ان کی ''عزیز الفتاویٰ'' عہد حاضر کے تمام مفتیوں کے لیے مآخذ بنی ہوئی ہے اور فتویٰ کے ساتھ شغف کا یہ حال کہ وفات کے وقت بھی ایک استفتاء ہاتھ میں تھا جسے موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینے پر ڈال دیا تھا۔(۲۲) لیکن سادگی، تواضع اور خدمت خلق کا یہ مقام کا والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

''کوئی کیسے سمجھے کہ یہ کوئی بڑے عالم یا صاحب کرامات صوفی اور صاحب نسبت شیخ ہیں جب کہ غایت تواضع کا یہ عالم ہو کہ بازار کا سودا سلف نہ صرف اپنے گھر کا بلکہ محلے کی بیواؤں اور ضرورت مندوں کا بھی خود لاتے، بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گٹھڑی دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کا سودا مع حساب کے اس کو پہنچاتے۔''(۲۳)

راقم الحروف نے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم ہی سے زبانی سنا کہ اسی سودا سلف لانے میں کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی عورت کو سودا دینے کے لیے جاتے تو وہ دیکھ کر کہتی: ''مولوی صاحب! یہ تو آپ غلط لے آئے ہیں، میں نے یہ چیز اتنی نہیں اتنی منگائی تھی۔'' چنانچہ یہ فرشتہ صفت انسان دوبارہ بازار جاتا اور اس عورت کی شکایت دور کرتا۔

۱۸- حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دیوبند میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے معروف تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے درجہ علیاء کے استاد تھے، ان سے ابوداؤد پڑھنے والے اب بھی برصغیر میں ہزاروں ہوں گے، علومِ قرآن وسنت کے بہت بڑے ماہر اور جملہ علوم وفنون کے کامل محقق، مگر بہت کم گو، حدیث کے درس میں نہایت مختصر مگر جامع تقریر ایسی ہوتی تھی کہ حدیث کا مفہوم دل میں اُتر جائے اور شبہات خود بخود کافور ہو جائیں۔

انہی کا واقعہ ہے کہ آپ کا زنانہ مکان اور نشست گاہ کچی مٹی کی بنی ہوئی تھیں، ہر سال برسات کے مواقع پر اس کی لپائی پتائی ناگزیر تھی جس میں کافی پیسہ اور وقت خرچ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ راقم الحروف کے والد ماجد (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم) نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ: ''حضرت! جتنا خرچ سالانہ اس

کی لپائی پر کرتے ہیں، اگر ایک مرتبہ پختہ اینٹوں سے بنانے میں خرچ کرلیں تو دو تین سال میں یہ خرچ برابر ہو جائے اور ہمیشہ کے لیے اس محنت سے نجات ہو۔''

یہ سن کر پہلے تو فرمایا: ''ماشاء اللہ بات تو بہت عقل کی کہی، ہم بوڑھے ہوگئے ادھر دھیان ہی نہ آیا۔'' پھر کچھ توقف کے بعد جو حقیقت حال تھی وہ بتائی اور تب پتہ چلا کہ یہ حضرات کس مقام سے سوچتے تھے؟ فرمایا کہ:

''میرے پڑوس میں سب غریبوں کے کچے مکان ہیں، اگر میں اپنا مکان پکا بنوالوں تو غریب پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی وسعت نہیں کہ سب کے مکان پکے بناؤں''۔

حضرت والد صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت معلوم ہوا کہ یہ حضرات جو کچھ سوچتے ہیں وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہو سکتی، چنانچہ انھوں نے اس وقت تک اپنے مکان کو پختہ نہیں کیا جب تک پڑوسیوں کے مکان پکے نہیں بن گئے۔''(۲۴)

۱۹- انہی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب مدظلہم ان کے گھر تشریف لے گئے تو انھوں نے آموں سے تواضع کی جب آم چوس کر فارغ ہوگئے تو والد صاحب مدظلہم گٹھلیوں اور چھلکوں سے بھری ہوئی ٹوکری اُٹھا کر باہر پھینکنے کے لیے چلے، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو پوچھا: ''یہ ٹوکری کہاں لے کر چلے''؟ عرض کیا: ''چھلکے باہر پھینکنے جا رہا ہوں'' ارشاد ہوا ''پھینکنے آتے ہیں یا نہیں''؟ والد صاحب نے کہا کہ ''حضرت! یہ چھلکے پھینکنا کون سا خصوصی فن ہے جسے سیکھنے کی ضرورت ہو؟'' فرمایا: ہاں! تم اس فن سے واقف نہیں، لاؤ، مجھے دو''، خود ٹوکری اُٹھا کر پہلے چھلکے گٹھلیوں سے الگ کیے، اس کے بعد باہر تشریف لائے اور سڑک کے کنارے تھوڑے تھوڑے فاصلے سے معین جگہوں پر چھلکے رکھ دیے اور ایک خاص جگہ گٹھلیاں ڈال دیں، والد صاحب کے استفسار پر ارشاد ہوا کہ: ''ہمارے مکان کے قرب وجوار میں تمام غرباء ومساکین رہتے ہیں، زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کو نانِ جویں بھی بمشکل ہی میسر آتی ہے، اگر وہ پھلوں کے چھلکے یکجا دیکھیں گے تو ان کو اپنی غریبی کا شدت سے احساس ہوگا اور بے مائگی کی وجہ سے حسرت ہوگی اور اس ایذا دہی کا

باعث میں بنوں گا اس لیے متفرق کر کے ڈالتا ہوں اور وہ بھی ایسے مقامات پر جہاں جانوروں کے گلّے گزرتے ہیں، یہ چھلکے ان کے کام آجاتے ہیں اور گٹھلیاں ایسی جگہ رکھی ہیں جہاں بچے کھیلتے کودتے ہیں، وہ ان گٹھلیوں کو بھون کر کھالیتے ہیں، یہ چھلکے اور گٹھلیاں بھی بہرحال ایک نعمت ہیں، اُن کو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں۔'' راقم الحروف کے برادرِ مرحوم مولانا محمد زکی کیفی صاحب جو اس واقعے کے وقت موجود تھے تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنے کی ہے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود تو شاید ہی کبھی کوئی آم چکھ لیتے ہوں، عموماً مہمانوں ہی کے لیے ہوتے تھے اور محلے کے غریب بچوں کو بلابلا کر کھلانے میں استعمال ہوتے تھے، اس کے باوجود چھلکے گٹھلیوں کا یکجا ڈھیر کردینے سے گریز فرماتے تھے کہ غریبوں کی حسرت کا سبب نہ بن جائیں۔'' (۲۵)

حواشی:

(۱) اشرف السوانح، ص:۱۳۶، ۱۳۷، ج ۱۔ (۲) ارواحِ ثلاثہ، ص:۱۷۶، نمبر ۱۳۰۔ (۳) ایضاً، ص:۲۰۶، نمبر ۲۸۸۔ (۴) ارواحِ ثلاثہ، ص:۲۸۶، نمبر ۲۳۴۔ (۵) یہ واقعہ مذکورہ تفصیل کے ساتھ احقر نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم سے سنا ہے اور انھوں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ سے اور اسی کا خلاصہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاتِ شیخ الہند، ص:۱۶۷ میں بھی کیا ہے۔ (۶) یہ واقعہ احقر نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم سے سنا ہے اور انھوں نے اپنے ایک ہم سبق عالم مولانا مغیث الدین صاحب سے سنا تھا جو دیوبند سے فارغ ہو کر معقولات پڑھنے کے لیے اجمیر چلے گئے تھے اور آخر میں مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے لیکن چونکہ واقعہ سنے ہوئے کافی عرصہ ہوگیا تھا۔ اس لیے چند سال پہلے حضرت والد صاحب مدظلہم نے ان سے حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی تصدیق فرمائی۔ (۷) حیاتِ انور، ص:۱۱۹ بروایت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۸) انوارِ انوری، مؤلفہ مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ، ص:۳۲۔ (۹) ایضاً، ص:۳۶۔ (۱۰) نفحۃ العنبر، ص:۲۷ طبع مجلس علمی کراچی۔ (۱۱) حیاتِ انور، ص:۱۳۹۔ (۱۲) حیاتِ انور، ص:۲۲۵ تا ۲۲۸۔ (۱۳) حیاتِ انور، ص:۲۲۹، ۲۳۰۔ (۱۴) نفحۃ العنبر، ص:۲۷۔ (۱۵) حیاتِ انور، ص:۲۳۳۔ (۱۶) حیاتِ انور، ص:۲۳۳۔ (۱۷) ''میرے والد ماجد'' مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم، ص:۵۴، ۵۵۔ (۱۸) ارواحِ ثلاثہ، ص:۱۴۸، نمبر ۱۸۸۔ (۱۹) ارواحِ ثلاثہ، ص:۱۵۳، نمبر ۱۹۷۔ (۲۰) نقوش وتاثرات، مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم، ص:۳۴۔ (۲۱) مقدمہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج:۱، ص:۴۳۔ (۲۲) نقوش وتاثرات، ص:۴۰۔ (۲۳) ماہنامہ البلاغ کراچی۔ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ، ص:۳۸، ۳۹، ج:۱، مضمون ''حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ''۔ (۲۴) ماہنامہ البلاغ کراچی۔ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ، ص:۳۹، ج:۱۔ (۲۵) یہ واقعہ احقر نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم سے سنا ہے اور ان کو خود حضرت مولانا محمود صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔

پیٹ کا پجاری کون

فرقان قادری

حق فورم پر ایک رضاخانی نے خلیل رانا سعیدی کا ایک مضمون لگایا جس میں احمد رضاخان کی بدنام زمانہ وصایا کے دفاع کی ناکام کوشش کرتے ہوئے علماء اہلسنت پر چند بے بنیاد الزامات بھی لگائے یہ مدلل مضمون اسی مضمون کے جواب میں ہے

قولو واشربو ولا تسرفوا .

کھاؤاور پیومگراسراف نہ کرو۔

ناظرین کرام! خلیل احمد رانا سعیدی صاحب کا مضمون پڑھا تو پتہ چلا کہ انہوں نے اپنے احمد رضاخان کی نمک حلالی کرتے ہوئے ان کی وصیت شریف کا ناکام دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔

آیئے ہم آپ کو احمد رضاخان کی وہ لاجواب وصیت اوراپنی گزارشات پڑھاتے ہیں:

احمد رضاخان کی وصیت اور ہماری گزارشات:

فاضل بریلوی مولوی احمد رضاخان صاحب بریلوی اپنی وفات سے پہلے وصیت تحریر کرواتے ہیں جس میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ:

اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین باران اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں

(i) دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔

(ii) مرغ کی بریانی

(iii) مرغ پلاؤ۔خواہ بکری کا

(iv) شامی کباب

(v) پراٹھے اور بلائی

(vi) فیرنی

(vii) ارد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم

(viii) گوشت بھری کچوریاں

(ix) سیب کا پانی

(x) انار کا پانی

(xi) سوڈے کی بوتل

(xii) دودھ کا برف

اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبورانہ ہو۔

(وصایا شریف ص 19، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

مندرجہ بالا حوالے پر ہماری گزارشات پڑھ لیں:

(i) فاضل بریلوی نے اپنی اس وصیت میں "کچھ بھیج دیا کریں" کہ الفاظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ چیزیں مجھے بھیجنی ہے اور ان چیزوں کی مجھے طلب ہے۔یعنی بلٹی کا منتظر رہوں گا۔

(ii) فاضل بریلوی کا ملفوظ ہے کہ:

"ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا: میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے۔اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھنے دینا۔صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض

نہیں۔ تیسرے روز خبر ملی اس کا انتقال ہوگیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا: ''یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔ رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا: خدا تمہیں جزائے خیر دے تم بہت اچھا کفن بھیجا''۔

(شیخ کامل ص 233 ،مطبوعہ ادارہ افکار القرآن گوجرانوالہ)(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص154،مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

فاضل بریلوی کے اس ملفوظ سے ان کا نظریہ سامنے آگیا کہ ان کے نزدیک مردے کو اشیاء پہنچائی جاتی ہیں لہٰذا فاضل بریلوی نے وہ اشیاء اپنے لئے ہی لکھوائی تھیں۔

(iii) جب فاضل بریلوی نے دوبارہ وصیت میں دودھ کا برف بتایا تو لکھنے والے نے کہا

''اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔ فرمایا پھر لکھو۔ انشاء اللہ مجھے رب تعالیٰ سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب بوقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے''

(حاشیہ وصایا شریف ص19)

دیکھئے یہاں بھی عطا فرمائے گا کی دعا قبول ہوئی اور دودھ کا برف خان صاحب کیلئے لے آئے مگر آج تک بریلوی حضرات یہ بات نہ لکھ سکے کہ اس کو فاضل بریلوی کے ساتھ کس جگہ رکھا گیا؟؟

(iv) فاضل بریلوی کی وصیت پر صحیح طور پر غور کر کے آخر مفتی فیض احمد اویسی بریلوی شیخ القرآن والتفسیر کو بھی یہ بات ماننا ہی پڑی کہ:

''بالفرض سیدنا اعلیٰ حضرت خود ان اشیاء کو تناول فرمائیں تو پھر کیا خرابی اور کون سا شرعی جرم ہے؟''

(بلی کے خواب میں چھیچھڑے ص 17،،مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

ناظرین کرام !! ذرا ایک اور بات پہ توجہ کریں کہ

مفتی فیض احمد اویسی صاحب ذات کے پٹھان احمد رضا خان کو ''سیدنا'' لکھ کر کیسے عوام کو دھوکہ دے رہا

ہے۔

(v) فاضل بریلوی کو مرتے وقت بھی ایک کھانا نہیں بلکہ بیک وقت 12 کھانے مع لوازمات کے یاد آرہے ہیں۔ ان کھانوں کی فہرست سے اعلیٰ حضرت کا پیٹو ہونا خوب معلوم ہوجاتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خان صاحب کو یہ چیزیں قیود کے ساتھ بہت مرغوب تھیں۔

اسی سلسلے میں بریلوی مفتی اعظم پاکستان مفتی اقتدار احمد خان گجراتی نعیمی بدابونی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"یہ (وصیت) تو آیت کریمہ پر عمل ہے،

لن تنالو البر حتی تنفقو مماتحبون

تم بھلائی نہیں پاسکتے تاوقتیکہ اپنی پیاری چیز خیرات کرو۔

اعلیٰ حضرت کو اللہ کی نعمتیں (یعنی کھانے) مرغوب تھیں"

(راہ جنت ص 14، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

فاضل بریلوی کا پیٹو ہونا درج ذیل واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ:

"اعلیٰ حضرت اور ککڑی

مولوی احمد رضا خان صاحب ایک بار کہیں مدعو تھے، کھانا لگادیا گیا سب کو احمد رضا خان کے کھانا شروع فرمانے کا انتظار تھا۔ احمد رضا نے ککڑیوں کے تھال میں سے ایک قاش اٹھائی اور تناول فرمائی، پھر دوسری، پھر تیسری، اب دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ککڑی کے تھال کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے مگر آپ نے سب کو روک دیا اور فرمایا، ساری ککڑیاں میں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے سب ختم کردیں۔

(فیضان سنت ص 458 ،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

ککڑیوں کو کڑوی بتا کر سب لوگوں کے حصے کی بھی کھا جانا ایک تو احمد رضا خان کو بدذوق ظاہر کرتا ہے۔

اور دوسرے نمبر پر صحیح قسم کے پیٹو کی نشاندھی بھی کرتا ہے جو ہر طرح کی چیز کھا جاتا ہے۔

حالانکہ کتب احادیث میں تو جلی ہوئی روٹی کھانے تک کی ممانعت ہے تو پھر کڑوی چیز کیسے کھائی جاسکتی ہے؟

یا پھر کڑوی نہ ہو اور جان بوجھ کر احمد رضا نے ساری ککڑیاں ہضم کرنے کا پلان بنالیا ہو۔

فاضل بریلوی کی ہی نسل کا ایک سگ رضا شیر رضا خانیت عنایت اللہ سانگلہ ھل مولوی بھی بہت بڑا پیٹو مشہور رہا ہے۔ جلسوں میں بلانے والے لوگوں کا بیان ہے مولوی صاحب کھانا بہت کھاتے تھے۔ کئی آدمیوں کا کھانا اکیلے خود کھا جاتے تھے یہ بات بہت مشہور ہے۔

جیسا کہ ایک رضا خانی مفتی، ان کے پیٹو ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت شیر اہلسنت کی خوش خوراکی"

"ایک دفعہ نور احمد کے گاؤں سے اگلے گاؤں میں وہابیوں کے ساتھ مناظرہ تھا۔ حضرت شیر اہلسنت مغرب کے وقت ہی میرے گھر تشریف لے آئے تاکہ اگلے دن مقرر وقت پر آسانی سے پہنچ سکیں۔ کیونکہ آپ بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ وقت کے بھی بہت پابند تھے۔ حضرت شیر اہلسنت نے مجھ سے پوچھا نور احمد کیا پکایا ہے ؟ مولانا نور احمد صاحب کہتے ہیں کہ حضرت آج ساگ پکایا ہے۔ آپ نے فرمایا: ساگ لے آؤ۔ دیسی گھی ہے۔؟ میں نے عرض کی کہ حضرت کل ہی دو کلو لایا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ساگ میں دیسی گھی خود ڈالنا کیونکہ عورتیں دیسی گھی کے معاملے میں بہت کنجوس ہوتی ہیں۔ حضرت شیر اہلسنت کے پاس ایک اور آدمی بیٹھا تھا۔ اس نے عرض کی کہ آج ہم نے گوشت پکایا ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ لے آؤ اور ساتھ فرمایا: تمہارے گھر انڈے بھی ہیں؟ اس نے عرض کی جی ہاں، انڈے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی ابال کر لیتے آنا۔

مولانا نور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں دیسی گھی خود ڈال کر ساگ لایا اور وہ گوشت اور انڈے لے کر آیا۔

حضرت شیر اہل سنۃ نے ساگ میں نیچے تک انگلی ڈال کر دیکھا کہ کہیں ساگ کے اوپر اوپر دیسی گھی تو ڈال کر نہیں لے آئے ہو۔ ساگ دیسی گھی سے مکمل طور پر تر تھا۔ حضرت شیر اہلسنت نے ساگ گوشت اور انڈے تناول

فرمائے۔

(حضرت شیر اہلسنت فاضل بریلی شریف ص25-24،مطبوعہ ادارہ اہلسنت والجماعت لاہور پاکستان)

کیوں جی خلیل احمد رانا صاحب کچھ ہوش ٹھکانے آئے یا ابھی تک نشے میں ہو؟؟

اگر نہیں تو وصیت شریف کے متعلق ایک اور نکتہ بھی پڑھ لیں

فاضل بریلوی نے جو 12 کھانے لکھوائے وہ ان کے پیٹو ہونے کو اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ ایک طرف گرم گرما اشیاء ہیں اور دوسری طرف ٹھنڈی اشیاء ہیں دونوں چیزیں طبی لحاظ سے غیر مفید بھی ہوسکتی ہیں۔مگر پیٹو ان باتوں کو سوچے بنا اپنے پیٹ کیلئے ہر طرح کی چیز اپنے ذہن کے مطابق موافق جان کر کھا جاتا ہے۔اور فاضل بریلوی تو 12 کھانوں کی بلٹی کے منتظر تھے۔

(vi) وصیت کی ان بارہ اشیاء کے ساتھ کہیں کہیں آپ کو کچھ قیود بھی ملیں گی

مثلاً دودھ کے برف کے ساتھ دو شرطیں

ا۔ خانہ ساز یعنی بازاری نہ ہو

۲۔ اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو یعنی ہر فرض سے اہم فرض تو یہی ہے کہ بھینس کے دودھ کا نہ ہو اور کسی سعی بسیار کے باوجود بھینس کے علاوہ کوئی دودھ میسر نہ ہوسکے تو پھر بھینس کا دودھ بھی قبول ہے۔

اسکے بعد ارد کی دال کے ساتھ دو شرطیں ہیں

ا۔ پھریری

۲۔ مع ادرک ولوازم

یہ اس لئے کہ اتنی چیزوں کو ہضم کرنا کوئی معمولی کام نہیں ممکن ہے ان چیزوں کو کھانے کے بعد نفخ اور ریاح ہوجائے اور وہ بھی قبر جیسی تنگ وتاریک جگہ اس لیے ادرک کا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ ریاح کیلئے بہت مفید ہے

اور لوازم سے معلوم نہیں اعلیٰ حضرت بریلوی کی کیا مراد ہے اسکی تعین تو کوئی بریلوی ملاں ہی کر سکتا ہے یا کوئی عمر رسیدہ خانصاحب بریلوی کا عقیدت مند جوان کے شب وروز کے معمولات بچشم غائر دیکھ چکا ہو۔

اور آخر میں سوڈے کی بوتل کو اس لیے ذکر فرمایا گیا کہ اگر ان اشیاء کے ہضم ہونے میں کوئی کسر باقی رہ جائے تو سوڈے کی بوتل کا پانی پورا کر دے گا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان اشیاء کی ترتیب محض اتفاقی نہیں بلکہ تمام طبی اصول وقواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے قائم کی گئی ہے۔اور کھانے کی یہ ترتیب کھانے کے زیادہ شوقین ہی کی لگتی ہے۔اس ترتیب میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی تمام ترمجددانہ صلاحیتوں کو خوبی سے سمو دیا۔ (رضا خانی مذہب)

یہی دیکھ کر مولانا ظفر علی خان صاحب نے کہا تھا جسکو بریلوی مولوی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

تربت احمد رضا خان پر چڑھاوا ہے فضول
جبتک اس میں ماش کی دال اور بالائی نہ ہو

خلیل احمد رانا صاحب!

اگر یہ واقعتا تمہارے فاضل بریلوی کا اتنا قابل فخر کارنامہ تھا تو بتاؤ

(الف) سید شاہد علی نورانی بریلوی نے فاضل بریلوی کی اس مذکورہ بالا وصیت کو نقل کر کے خراج تحسین کیوں پیش نہ کیا۔ (ایک جائزہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کی علمی خدمات ص53)

آخر وہ وصیت لکھنے میں کیوں شرمندہ تھے؟

(ب) بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی کو احمد رضا خان کی وصیت کی ساری باتیں لکھتے گئے مگر اس قابل فخر کارنامہ کو کیوں نظر انداز کر گئے؟؟

(سیرت اعلیٰ حضرت ص105-107، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

(ج) شرمندگی کے اسی احساس نے بابائے رضویت عبد الحکیم شرف قادری صاحب جیسا رضا خانی

فاضل بریلوی کی پوری وصیت لکھنے کی ہمت نہ کر سکا کہ:

''اعلیٰ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو ہفتے میں تین بار مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ وغیرہ چیزیں فاتحہ کے طور پر بھیج دیا کریں۔''

(یاد اعلیٰ حضرت ص 59 ،مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

(د) بریلوی عطاء الرحمٰن قادری صاحب کو بھی فاضل بریلوی کی وصیت شریف لکھنے کی جرأت نہ ہو سکی؟؟

(تذکرہ اعلی حضرت ص60-64)

ایسے اعلیٰ کارنامہ پر شرمندگی کیوں؟؟

ہونا تو چاہیے تھا کہ بریلوی اس کی خوب تشہیر کرتے مگر چھپا لینا اس بات کی نشاندھی کر رہا ہے کہ

'' دل میں چور ھے ''

ایسی وصیت کو دیکھ کر ہی ایک بریلوی ظہیر الدین قادری برکاتی نوری کو کہنا پڑا کر:

''اگر انواع وقسم کے ان کھانوں کی فہرست شائع نہ کی جائے تو بہتر ہے باشعور لوگ اسے دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوتے ہیں''

(علمائے اہلسنت سے روح اعلیٰ حضرت کی فریاد ص55، محلّہ پوروہ۔۔۔متصل نئی سڑک کانپور)

شاید ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مدعی لاکھ پہ بھاری ھے گواھی تیری

(ر) بانی دعوت اسلامی الیاس عطار قادری جیسا سگ احمد رضا بھی فاضل بریلوی کے غاصب ہونے

جیسے کارنامے گنوانے کے ساتھ ساتھ اس وصیت شریف کو بیان کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

(تذکرہ امام احمد رضا ص13-14 مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

(ڈ) پروفیسر حافظ محمد شکیل ارج رضوی صاحب کیوں اس اعلیٰ کارنامے کو بیان نہ کر سکے؟

(رضا کوئز بک ص40)

(vi) فاضل بریلوی کے بیان کے مطابق گائے کا گوشت ان کی صحت کے لئے مضر تھا مگر پھر بھی وہ گوشت کھا جاتے تھے جو ان کے پیٹو ہونے کو ظاہر کرتے ہیں کہ بغیر پوچھے جو نظر آجاتا بس ہڑپ کرنے کی کرتے۔

جیسا کہ بریلوی شیخ القرآن فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جبکہ حیات اعلیٰ حضرت صفحہ 91 پر گائے کا گوشت بھری پوریاں کھانا ثابت ہے''

(بلی کے خواب میں چھیچھڑے ص15)

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں یہ بھی پڑھیے کہ:

''گائے کا گوشت کھانے سے مجھے۔۔۔۔ضرر ہوتا ہے ایک صاحب نے میرے یہاں نیاز کا کھانا بھیجا اور ساتھ ایک رقعہ لکھ دیا کہ اس میں سے تھوڑا سا چکھ لیں۔شوربے میں خرچ زیادہ تھی اور میں مرچ کا عادی نہیں۔

میں نے ایک بوٹی صاف کر کے کھائی بہت اچھا پکا تھا

میں نے ایک بوٹی اور مانگی مگر اس وقت معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت ہے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص372 ،، حصہ چہارم ،مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور)

اسی طرح ایک سوانح نگار رضا خانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ایک صاحب نے آپ کی دعوت کی ملک العلماء مولانا ظفر الدین ہمراہ تھے۔میزبان بڑا مفلس و کنگال تھا۔ٹوٹی چٹائی بچھائی گئی اعلیٰ حضرت اسی پہ بیٹھ گئے۔باجرہ کی روٹی بڑے گوشت کا قیمہ لا کر رکھا گیا۔ملک العلماء سوچنے لگے اب کیا ہوگا۔اعلیٰ حضرت تو بڑے کا گوشت نہیں کھاتے۔(آخر پڑھ کر بسم اللہ الذی الخ)

مسلمان کچھ بھی کھلائے نقصان نہیں کرے گا۔

(خیابان رضا ص 103-104)

یادر ہے کہ فاضل بریلوی کے نزدیک تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گائے کا گوشت کھانا ثابت نہیں ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت)

جبکہ مصطفیٰ رضا خان قادری بریلوی مفتی اعظم ہند کے نزدیک نبی علیہ السلام سے گائے کا گوشت کھانا ثابت ہے اور انہوں نے مسلم شریف کی روایت بھی نقل کی ہے۔

اس سے فاضل بریلوی کی علمیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اسی طرح ایک اور رضا خانی سوانح نگار لکھتے ہیں کہ:

''ایک بار کسی غریب کے یہاں دعوت میں گائے کا گوشت کھانا پڑا۔ گائے کا گوشت آپ کو سخت نقصان کرتا تھا۔ مگر ایک غریب مومن کی دل جوئی کے لئے آپ نے تناول فرمالیا۔ جس کے اثر سے گلٹی نکل آئی۔''

(خیابان رضا ص 124)

پیٹو کھانا کھا جاتا ہے یہ سوچے بنا کہ آگے مجھے تکلیف ہوگی۔

آگے اس تحریر کو بھی پڑھ کر کڑیاں ملائیں:

''پہلی بار کی حاضری میں میری عمر بائیس برس کی عمر تھی میں نے دونوں وقت کی روٹی چھوڑ دی تھی صرف گوشت پر اکتفا کرتا اور گوشت بھی دنبے کا سناچرے ہوئے ہوتے ہیں۔ (ایضاً ص 372)

(vii) پیٹو لوگوں کی ہی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کو کھانے کی چیز دیر سے ملے تو کھانا لانے والے کو تھپڑ مار دیتے ہیں جیسا کہ بریلوی سوانح نگار لکھتے ہیں کہ :

''زمانہ اعتکاف میں ایک دن ملازم بچہ دو گھنٹے کی تاخیر سے پان لے کر آیا۔ حضرت نے اس کو ایک چپت مار کر فرمایا اتنی دیر میں لایا'' (خیابان رضا ص 42، ص 80)

(viii) اسی طرح جب کسی پیٹو اور بھوکے سے جب کوئی سوال کیا جائے مثلاً

دو اور دو کتنے ہوتے ہیں

تو پیٹو اور بھوکا کہتا ہے

چار روٹیاں

یہی حال کچھ احمد رضا خان صاحب کا تھا کہ

جب ان سے سوال کیا گیا کہ:

''عرض : حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں ''

(ملفوظات حصہ اوّل ص 141، شیخ کامل ص 167)

دیکھئے سائل کا سوال کیا تھا اور اعلیٰ حضرت صاحب کس انداز سے دعوت کے لفظ کو جواب میں لے آئیں اور اپنی مجددانہ صلاحیتوں کا اظہار کیا۔

خان صاحب جہاں دعوت کے بارے میں فکر مند ہوتے تھے۔ اسی طرح چندہ کی فکر میں غور و فکر بھی کیا کرتے تھے۔

اس کے لیے غیروں کی منتیں بھی کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ فاضل بریلوی ''مولا ما عبد الباری فرنگی محلی صاحب'' پر کفر فتوے لگاتے ہوئے انہیں چندہ ہتھیانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ :

''جو چندہ اہلسنت کا س مجمع ضلالات میں پہنچ چکا ہے۔ اس کو خالص اپنے قبضے میں کیجئے جو تدابیر جائز و مفید و ممکن ہوں سب اہلسنت مل کر تجویز و ترویج کریں کہ پھر دیکھیں کہ ہم غربا آپ کی خدمت کو حاضر ہیں یا نہیں۔''

(الطاری الداری حصہ اوّل ص 19)

اعلیٰ حضرت کی اس تحریر سے انکی پیٹ کی فکر اور دماغی سوچ کا اندازہ لگائیں۔

خلیل احمد رانا صاحب!! آپ کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کی وہ وصیت غربا کے لئے تھی یہ محض تمہارا اپنی کتب سے جہالت کو واضح کرتا ہے ورنہ دلائل و براھین سب اعلیٰ حضرت کے کھانے کو ذکر کرتے ہیں۔ اگر اس پر تمہیں مزید اصرار رہا تو پھر ہم اس نکتہ کو بھی کھولیں گے کہ اگر بریلوی اعلیٰ حضرت کیلئے یہ وصیت نہیں مانتے بلکہ دوسروں کے لئے مانتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔

یار زندہ صحبت باقی

علمائے اہلسنت کے کھانے پر اعتراضات کے منہ توڑ جوابات

ناظرین کرام! شروع میں ہم نے قرآن پاک کی ایک آیت لکھی تھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ کھانا کھاؤ اور پیو پینے والی چیزیں مگر اسراف نہ کرو۔

پتہ چلتا ہے کہ کھانا کھانا کوئی عیب اور خامی نہیں بلکہ اسراف کرنا بری چیز ہے جس کی قرآن میں بھی ممانعت ہے۔ اگر انسان کھانے کی چیز کھاتا ہے تو اس پر طعن و تشنیع نہیں کیا جاسکتا ہاں جو پیٹو پیٹ کا دھندہ بنا کر، مرتے وقت ایک نہیں، دو نہیں اکھٹے بارہ کھانوں کی فہرست (چٹ پٹے اور لذیذ کھانے کی فہرست) تیار کرواتا ہے اور بلٹی کا منتظر رہتا ہے یقیناً اس کا یہ فعل قابل مذمت ہے۔ ایسے شخص پر طعن کرنا بالکل ٹھیک اور درست بات سمجھی جاسکتی ہے۔ کیونکہ مرتے وقت بھی اس کو سنت رسول اور اللہ یاد کرنے کی بجائے 12 کھانوں کی فہرست یاد آئے۔ اس کو برا بھلا کہنا بالکل عقل کے مطابق ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے طعام پر اعتراض:

حضرت نانوتویؒ آخری وقت میں ککڑی کی خواہش کرتے ہیں۔ ڈھونڈ کر ان کے لئے چھوٹی سی ککڑی لائی جاتی ہے جس کو وہ تناول فرماتے ہیں۔

الجواب:

(i) جاہل معترض صاحب مجھے ذرا بتائے اس عبارت میں کہاں تمہارے اعلیٰ حضرت کے 12 کھانوں کی طرح فہرست تیار کی جارہی ہے۔

یہاں تو محض ایک چیز کا ذکر ہے

کہاں 12 لذیذ کھانے اور کہاں ایک چیز؟؟

(ii) ہم کہہ چکے ہیں کہ کھانا کھانا مطلقاً کوئی عیب نہیں۔ بلکہ بات زیادہ اور چٹ پٹے کھانوں کی تعداد کی ہو رہی ہے۔ اگر فاضل بریلوی کے یہ 12 کھانے کسی بھینس کے آگے رکھ دیے جائیں تو شاید وہ بھی برداشت نہ کر سکے۔

(iii) حضرت نانوتویؒ نے تو بطور علاج سنت نبوی ﷺ سمجھتے ہوئے آخر وقت میں ککڑی کھانے کی فرمائش کی۔ جو آخری وقت بھی نبی ﷺ کی سنت ادا کرنے کی کوشش کرے تمہارے نزدیک وہ

"قابل مذمت، مضحکہ خیز اور قابل افسوس ہے۔" (ہیں عجب منکر کھانے غرانے والے)

خود تمہارے الیاس عطار قادری۔ بانی دعوت اسلامی نے لکھا ہے کہ:

"کھجور طبعاً گرم خشک ہے اور ککڑی سرد تر۔ ان دونوں کے ملنے سے اعتدال ہو کر فائدہ بڑھ جاتا ہے۔ حضور انور ﷺ نے ککڑی اور کھجور کو کبھی تو معدہ میں جمع فرمایا کہ بیک وقت کبھی کھجور کھائی کبھی ککڑی اور کبھی چبانے میں جمع فرمایا کہ کھجور منہ شریف میں رکھ لی اور ککڑی بھی کتر لی اور دونوں ملا کر چبائیں۔"

(فیضان سنت ص 460، نیا ایڈیشن)

آگے ان الفاظ پر غور کرو:

"کھجور ککڑی ملا کر کھانا صحت کیلئے بہت مفید ہے۔" (ایضاً ص 284)

تو حضرتؒ تو علاج کیلئے استعمال فرما رہے ہیں اگر فاضل بریلوی کی وصایا شریف کو ہی غور سے پڑھا ہوتا تو جہالت

کا عظیم مظاہرہ کرنے کی بجائے دونوں اطراف کا موازنہ کر کے غور وفکر کرتے۔

وصایا شریف میں مولوی احمد رضا خان صاحب نزاع کی حالت میں سرد پانی منگواتے ہیں جو وہ افاقے کیلئے نوش کرتے ہیں

(رضا کوئز بک ص 40)(وصایا شریف ص 17)

ہمارے حضرت نانوتویؒ نے ککڑی استعمال کی جو سرد اور تر ہوتی ہے جو افاقے کے ساتھ ساتھ سنت نبوی ﷺ کی کشش بھی رکھتی ہے۔

آپ کے اعلیٰ حضرت کو افاقے کیلئے ککڑی نہ یاد آئی بلکہ سرد پانی یاد آیا

اور

ہمارے حضرت نانوتویؒ کو افاقے کیلئے ککڑی یاد آئی۔

عشق رسالت میں فرق خود دیکھ لیں۔

ہمارے حضرت نانوتویؒ کا موازنہ کیا بھی تو اعلیٰ حضرت جیسے جاہلوں کے پیشوا سے۔

حضرت نانوتویؒ تو شہر مدینہ میں داخل ہو کر اس ڈر سے جوتے مبارک اتار کر بغل میں دبا لیتے ہیں اور تمہارے احمد رضا صاحب وہاں جا کر بھی علم جفر کی تلاش کرتے ہیں اور اگر جوتا پاؤں میں نہ ہو تو نیا خریدنے کیلئے نکل پڑتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ سبز رنگ کا جوتا پہننا روضہ پاک کے رنگ کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھتے

اور

مولوی احمد رضا خان صاحب سبز رنگ کے جوتے پہننے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

ایک بات اور۔ ہمارے حضرت کو تو نبی ﷺ کی مرغوب شئے افاقے کے لئے آخری وقت یاد آئی جس کو امیر دعوت اسلامی الیاس عطا قادری صاحب نقل کرتے ہیں کہ:

"حضورﷺ کو کھجور تو مرغوب تھی ہی ککڑی بھی بہت مرغوب تھی۔

(فیضان سنت ص 460) نیا ایڈیشن

جبکہ احمد رضا کو سرد پانی یاد آیا طبی لحاظ سے بھی ککڑی سرد پانی سے زیادہ مفید ہے اور سنت نبویﷺ بھی ہے۔ مفتی فیض احمد اویسی صاحب کی تو مت ماری گئی تھی کہ وہ ککڑی کھانے کو دیوبندی غذائیں کہہ کر "سنتِ نبویؐ" کو لوگوں کی نظر سے گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(بلی کے خواب میں چھچھڑے ص16)

اگر پھر بھی ککڑی کھانے پر اعتراض رہے تو پھر اپنے گھر کی خبر لو۔ الیاس عطار قادری مفتی احمد یار نعیمی کی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

بزرگان دین رحمھم اللہ المبین حضورﷺ کے فاتحہ میں دوسرے کھانوں کے ساتھ کھجوریں اور ککڑیاں اور تربوز بھی رکھتے ہیں۔

(فیضان سنت ص460، نیا ایڈیشن)

اور پیچھے ہم ذکر کر آئیں ہیں کی اعلیٰ حضرت نے بھی ککڑیاں کا پورا تھال اکیلے کھایا ہے۔ (فیضان سنت)

لو بریلوی ملاں بھی ککڑی کھاتے ہیں!!۔ اب یہاں بھی تھوڑی سی جراُت کرو؟

حضرت مدنی رحمۃ اللہ کے طعام پر اعتراض:

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وقت سردا اور انناس کا شربت تناول کرتے ہیں۔

الجواب:

(i) بریلوی معترض صاحب 12 کھانوں کی بلٹی میں اور چند قاشیں اور انناس کا شربت افاقے کیلئے کھانے میں بہت فرق آتا ہے۔

اور شاید آپ جیسے عقل کے اندھوں کو یہ فرق نظر نہیں آیا ہوگا۔لو اب ہم نے نشاندھی کر دی ہے۔

(ii) طبی لحاظ سے سردا اور اناس کا شربت بھی افاقے کیلئے بہت مفید ہے۔تو اگر اس بات پر اعتراض ہو کہ افاقے کیلئے یہ چیزیں کیوں نوش فرمائی تو یہ آپ کی جہالت ہوگی۔پھر آپ کے احمد رضا خان نے بھی تو سرد پانی نزاع کی حالت میں پیا تھا۔

اگر اعتراض یہاں ہوتا ہے تو آپ کے احمد رضا پر بھی ہوگا! ترازو ایک ہونا چاہئے۔

جیل میں گوشت منگوانے پر اعتراض

خلیل رانا صاحب نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جیل میں گوشت کی خواہش کا اظہار کیا ہے مگر سعیدی صاحب کاش اس طرح کے اعتراضات کرنے سے پہلے باغی ہندوستان میں مولوی فضل حق خیر آبادی کے وہ قصیدے بھی پڑھ لیتے جو اس نے جیل میں لکھے اور رو رو کر جیل کی سختیوں کا ذکر کر کے جیل سے آزادی کی دہائیں انگریز حکومت کو دے رہا ہے فی الحال ہم اسی قصیدے سے صرف چند اشعار کے اردو ترجمے نقل کر رہے ہیں اگر اس سے بھی طبعیت ٹھیک نہ ہوئی تو انشاءاللہ آپ کیلئے ہمارے پاس نسخوں کی کمی نہیں۔

مال کی داش غذا ہے، گوشت، پیاز، ترکاری، ککڑی، کچھ میسر نہیں۔

(باغی ہندوستان، ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

اس کی آب وہوا ناموافق اور وبائی ہے ... نہ تو اس میں شکم سیری ہے نہ پانی میں سیرابی

پانی گرم ہے جس میں سیرابی نہیں ... جس طرح کہ غذا ماش ہے جس میں مزا نہیں

وہاں نہ شیریں پانی ہے نہ لذیذ کھانا اور نہ وسیع میدان ہی سامنے ہے

(باغی ہندوستان، ص۳۰۶، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

خلیل رانا صاحب اگر آپ کے دل میں ذرا بھی خوف خدا ہے اور اس بات کا احساس ہے کہ ایک دن مر کر اللہ کو جواب دینا ہے تو اپنے اس ''پیٹو ملاں'' پر بھی ایک عدد مضمون لکھ دیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کا جواب

خلیل رانا صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حلوے کی خواہش پر جو کہ ملفوظات میں ہے پر بھی اعتراض کیا حالانکہ وہاں صرف ایک ظریفانہ پیرائے میں بات کی اور ہے بھی ملفوظات جو بقول رضا خانیوں کے معتبر نہیں ہوتے۔آیئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ اصل حلوہ خور کون ہے؟؟۔

احمد رضا خان کی حلوہ خوری احمد رضا خان کا ٹھنڈا حلوہ

زمانہ قیام میں علماء عظام مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا مذاکرات علمیہ رہتے۔شیخ عبدالقادر کردی مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں ان کا مکان تھا انہوں نے تقرر دعوت سے پہلے باصرار پوچھا کہ تجھے کیا چیز مرغوب ہے ہر چند عذر کیا نہ مانا آخر گذارش کی کہ ''الحلو البارد'' شیریں سرادن کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اس الحلو البارد کی پوری مصداق تھی نہایت شیریں وسرد اور خوش ذائقہ۔ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے کہا رضی الوالدین اور وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں گے۔

(ملفوظات، حصہ سوم، ص۱۹، ۲۰)

لیجئے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ ٹھنڈا حلوہ کھانا احمد رضا خان کی مرغوب غذا تھی تو دوسروں کے کھانے پر اعتراض کرتے ہوئے تم لوگوں کو حیاء نہیں آتی۔۔؟؟؟

حلوے کے بارے میں ارشاد اعلی حضرت

حلوہ پکائے اور صلحاء یعنی نیک لوگوں کو کھلائے۔رضا خان صاحب کے ہاں حلوہ شریف ایک مستقل عنوان تھا آپ جس حلوے کے کھانے ک شیدائی تھے اس حلوہ شریف کی تفصیل کچھ یوں ہے

حلوہ پزدہ وبصلحا بخوراند

(حیات اعلی حضرت ج۱،ص۲۰۲)

یہاں پر اس بات کو بھی نوٹ کریں کہ احمد رضا خان نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ حلوہ پکا کر غریب مساکین کو کھلائیں بلکہ کہا کہ اس حلوے کے حقدار صرف صلحاء ہیں یعنی رضا خان جیسے نام نہاد صلحاء۔

اعلی حضرت کی ایک محفل میں یہ سوغات خاص طور پر تھی

اس کے بعد ہر ایک کے سامنے تشتریوں میں حلوہ رکھا گیا (حیات اعلیحضر ت،ص۲۰۲،۲۰۳،ج۱)

شب برات کا حلوہ اور قرآنی آیات کا جعلی سہارا

رب فرماتا ہے کہ لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون ۔شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر کرنا جو میت کو مرغوب تھی اسی سے مستنبط ہے۔ (نور العرفان ص۵۱)

غور فرمائیں کہ کس طرح رضاخانیوں نے خدا خوفی سے بے پرواہ ہو کر آیت میں تحریف کرتے ہوئے اس سے شب برات کا حلوہ ثابت کیا کیا قرآن حلووں کی تعلیم دینے کیلئے نازل ہوا ہے۔۔۔؟؟؟ حالانکہ اس آیت کا

تفصیلی شان نزول بخاری مسلم اور تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے۔

کہ کس طرح صحابہ نے اس آیت کے بعد اپنے محبوب مال، باغات، کنیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کئے مگر یہ بد بخت یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کے بجائے لوگوں سے حلوے بٹورنے کیلئے قرآن کی آیت کو پیش کررہا ہے۔۔۔

خلیل رانا صاحب کچھ کرم آپ یہاں بھی فرمائیں گے اگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حلوے کی خواہش کا اظہار کیا تو بقول احمد یار گجراتی کے اس آیت پر عمل کیا اور تم نے حضرت گنگوہی پر اعتراض کرکے قرآن کی آیت کا انکار کیا لہٰذا اس اعتراض سے فوراتوبہ کرو۔

حضرت تھانویؒ پر اعتراض:

حضرت تھانویؒ آخری وقت میں اپنی بیوی کے خرچ کی فکر کررہے ہیں۔

الجواب:

(i) یہ اعتراض بھی بریلوی جہالت کا واضح ثبوت ہے کیونکہ شرعی لحاظ سے یہ بات بالکل درست اور ٹھیک ہے ۔اس میں بھلاکونسی قباحت تھی جوتم جیسے عقل سے فارغ بریلوی کونظر آ گئی؟

(ii) حدیث پاک پڑھو جس کا مفہوم تقریباً کچھ ایسا ہی ہے۔

”روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنی بیبیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری حالت اپنے بعد مجھ جو خیال میں ڈالتی ہے اور تمہاری خدمت میں ثابت قدم وہی لوگ رہیں گے جو صابر اور صدیق ہیں۔ (رواہ الترمذی)

اسی حدیث کو نقل کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ اپنی اسی کتاب میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں جسکو خائن

بریلوی گیارھویں شریف کا دودھ سمجھ کر پی گیا کہ:

''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بعد بی بی کے آسائش کی فکر ہونا سنت کے موافق بھی ہے اور امر طبعی تو ہے ہی۔ (تشبیہات وصیت)

بقول مفتی فیض احمد ملتانی گولڑوی صاحب:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ہر معاملہ کو شرعی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کے عادی تھے۔

(مہر منیر)

تو حضرت تھانویؒ نے تو آخری وقت میں نبی ﷺ کی سنت اور شریعت کو مدنظر رکھتے ہوئے بیوی کا خیال رکھنے کی بات کی۔

مگر تم جیسے سنت کے دشمنوں کو بھلا یہ باتیں کہاں پسند آتی ہیں کہ کوئی سنت نبوی ﷺ پر عمل کریں۔ تم ہوئے بدعت کے عاشق لہذا کب پسند کرو گے۔

دیگر عبارات پر اعتراضات کے جوابات

(i) ناظرین کرام! ہم یہ بات پہلے کر چکے ہیں کہ مطلقاً کھانا کھانا کوئی عیب اور خامی نہیں ہے۔ ہمیں اعتراض تو فاضل بریلوی کی وصیت کے چٹ پٹے کھانوں کی لسٹ اور بلٹی پر ہے۔

(ii) کسی دوست احباب کے ساتھ بے تکلفی برتنا یہ کوئی معاشرے میں قابل طعن نہیں ہے بلکہ یہ ایک اچھی بات سمجھی جاتی ہے۔ بے تکلفانہ انداز پر اعتراض بھی بریلوی جہالتوں میں سے ایک بڑی جہالت ہے۔

(iii) ظرافت اور ظریفانہ انداز بھی ماحول کو خوشگوار بناتا ہے۔ مگر تعصب کے مارے ہوئے عقل کے اندھے ان پر طعن و تشنیع کر کے اپنی جہالت کو دنیا کے سامنے آشکار کرتے ہیں۔

(iv) میٹھا (یعنی میٹھی شئے) بھی پیارے نبی علیہ السلام کو پسند رہا ہے۔ اگر کوئی نبی علیہ السلام کی پسند سمجھ کر اس کو کھاتا ہے تو اس پر اعتراض بھی بریلوی جہالت ہے۔

(v) کسی بزرگ کے تبرک کیلئے اگر دو لوگ آپس میں جھپٹے تو اس پر ان کی محبت اور مروت پر مسکرا دینا چاہئے نہ کہ تعصب کی پٹی باندھ کر اپنی جہالت دنیا کو دکھانے کیلئے اعتراض شروع کر دیں۔

(vi) اگر تمہیں کھانے پر اعتراض ہو تو آؤ گھر میں اپنا حال بھی دیکھ لو جو تمہارے اصولوں سے قابل طعن ہونگے

۔

۱۔ آپ کے محدث کچھوچھوی کی زبانی کھانے کی فکر سنئے:

''شام کو جب چلا تو شہامت گنج کی موڑ پر پہلے پان کھانے کی خواہش ہوئی ابھی پان والے سے کہا بھی نہ تھا۔''

(امام احمد رضا اور محدث کچھوچھوی ص 28، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

۲۔ عبدالحکیم اختر شاہ جہانپوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت احمد رضا کی عام غذا روٹی، چکی کے پسے ہوئے آٹے کی روٹی اور بکری کا قورمہ تھا۔

(سیرت امام احمد رضا ص 50، مطبوعہ پروگریسو بک لاہور)

۳۔ بریلوی، ملاؤں 12 ربیع الاوّل کو کیا کھاتے تھے سنو:

نماز کے بعد فوراً ہی صفوں کے درمیان شیرنی تقسیم کر دی جاتی ۔۔۔۔ تقریباً دس من شیرنی تیار کی جاتی تھی اس طرح بغیر کسی شور و غو ۔۔ کے آسانی کے ساتھ ہزاروں ہ فرین مجالس میں مٹھائی تقسیم ہو جاتی اس کے بعد مجلس ختم ہو جاتی۔ صبح 9 بجے سے غربا و امراء سب کو ایک دستر خوان پر کھانا کھلایا جاتا، تقریباً 40 من کھانا تیار ہوتا۔ کھانے کا سلسلہ صبح ۱۰ بجے سے شام ۳ بجے تک تقریباً چھ گھنٹے جاری رہتا۔ ہزاروں انسان اس خوان لیغما سے مستفیض ہوتے۔ (ملفوظات مظہری س 52)

۴۔ الیاس عطار قادری امیر دعوت اسلامی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''جی ہاں میرا قریباً بچپن سے معمول ہے کہ جب بھی مرغی کھاتا ہوں تو اس کی سفید نرم ہڈی بھی کھا لیتا ہوں۔ (فیضان سنت ص 606)

۵۔ پروفیسر حافظ محمد شکیل ادج بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

احمد رضا صاحب پان بھی کھایا کرتے تھے۔

(رضا کوئز بک ص24، مطبوعہ مسلم کتابوی لاہور)

۶۔ بریلوی سوانح نگار محمد احمد مصباحی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''رمضان میں بعد افطار صرف پان کھالیتے اور سحری کے وقت ایک چھوٹے سے پیالہ میں فیرنی تناول فرماتے۔''

(خیابان رضا ص42)

۷۔ اختر حسین فیضی مصباحی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''فاضل بریلوی کے والد نے احمد رضا کو شیرینی کھانے کیلئے ایک روپیہ عنایت فرمایا''

(خیابان رضا ص81)

باپ نے بیٹے کی پسند اور شوق دیکھتے ہوئے ہی انعام میں شیرینی کیلئے ایک روپیہ دیا ہوگا۔

اور فاضل بریلوی نے اپنی اس عادت کو آگے بھی بڑھایا اور اپنے شاگرد کو بھی ایک روپیہ شرینی کھانے کیلئے دیا۔(ظفر الدین بہاری)

(خیابان رضا ص81)

۸۔ اختر حسین مصباحی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلہ قرولان حلوہ، سوھن فروخت کیا کرتے تھے، ان سے حضور نے کچھ حلوہ سوھن خرید فرمایا اور آگے جا کر اپنے شاگرد کر کھانے کو دیا۔''

(خیابان رضا ص81-80)

۹۔ بریلوی محمد اجمل رضا قادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

اسی سلسلے میں حضرت محدث کچھوچھوی ایک دوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

''دوسرے دن دارالافتاء پر (محدث صاحب کو) لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے 11 کی شیرینی

منگائی اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دست کرم سے شرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا۔" (شیخ کامل ص121، مطبوعہ ادارہ افکار القرآن گوجرانوالہ)

۱۰۔ غلام اویس قرنی صاحب مفتی عزیز احمد بدایونی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران جب کبھی پیکٹ میں بند دودھ (ملک پیک) نوش فرماتے تو اس کے خالی ڈبے جمع رکھتے اور جب وطن واپس آئے تو ساتھ لے آئے۔

(احوال و آثار مفتی عزیز احمد قادری بدیوانی ص42-41، مطبوعہ ادارہ نعمانیہ لاہور)

۱۱۔ بریلوی سید حمزہ علی قادری صاحب کے اہتمام سے مفتی فیض احمد اویسی صاحب خود لکھتے ہیں کہ:

"جمعہ کے بعد کھانے کیلئے گھر لے گئے۔ پر تکلف دعوت تھی بالخصوص سبز چنوں کی دعوت خوب رہی اس لیے کہ پاکستان سے ان کے عزیز یہاں آئے ہیں تو وطن کی سوغات یہی سبز چنے لے آئے ہیں جنہیں ہم نے مزے لے کر کھائے"

(سفر نامہ انگلینڈ حجاز ص31، مطبوعہ عطاری پبلشرز کراچی)

آگے لکھا ہے کہ:

"مولانا خواجہ بشیر احمد صاحب نے فرمایا ہم نے سرِ پاکستان کی جامع مسجد میں گیارہویں شریف کا افتتاح کرنا ہے اس کی دعوت ضرور قبول کریں فقیر (فیض احمد اویسی) نے بسرو چشم قبول کیا۔"

(ایضاً ص31)

فیض احمد اویسی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

حافظ صاحب موصوف "قصر شیرین" لے گئے یہاں وہی دیکھا جو ہمارے حلوائی کی دکان۔ حافظ صاحب نے گرمی محسوس کرتے ہوئے فالودہ کا ناشتہ کرایا۔

(ایضاً ص114)

۱۲۔ بریلوی مولوی حکیم محمد یعقوب سلامت پوری صاحب نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ وہ دفتر سے فارغ ہو کر سیدھے مسجد میں حضرت کی خدمت میں شب بسری کیلئے حاضر ہوئے۔ تا کہ آخر شب کی مجلس میں شامل ہو کر فیوض و برکات سے متمتع ہوں لیکن اس دن کچھ دفتری کام کی زیادتی اور شام کو زیادہ کھانے کی وجہ سے ان پر سستی اور ذہول کی کیفیت طاری ہوگئی۔

(قطب لاہور ص 81، مطبوعہ ادارہ اھلسنت والجماعت لاہور)

۱۳۔ ایک بریلوی کی زوجہ صاحبہ کا بیان ہے کہ: (غلام قادر بھیروی)

''آج رات خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی۔ خواب میں اس نے دیکھا کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوئی ہے۔ خواب میں اس نے دیکھا کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو اسے بتایا گیا کہ آپ مسجد کی ایک طرف باغیچہ میں بیٹھے ہیں جب وہ اس طرف گئی اور زیارت کیلئے آگے بڑھی تو حضرت نے اس سے پوچھا: تو کون ہے ؟''

اس نے عرض کیا: حضور میں آپ کے خادم میاں رحیم بخش کی اہلیہ ہوں۔ اپنے مخلص خادم میاں رحیم بخش کا نام سن کر آپ نے کمال شفقت کا اظہار فرمایا اور اسے تین عدد لوکاٹ عطا فرما کر کھا لینے کا حکم دیا۔
مطابق فرمان اس نے وہ تین عدد دانے وہیں کھڑے کھڑے کھا لیے۔ لوکاٹ کھا چکی تو اسے جاگ آگئی۔

(قطب لاہور ص 105)

۱۴۔ بریلوی قطب ملاحس عبدالقادر بھیروی کے شاگرد مولوی حکیم محمد یعقوب صاحب کا بیان ہے کہ:
پہلے حکیم صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نے انہیں دو عدد چھوہارے عطا فرمائے ہیں۔

(قطب لاہور ص 102)

(vii) ''کھانے کی فکر ہونا'' کے عنوان سے بھی اپنے گھر میں جھانک کر دیکھ لیں:
۱۔ بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

چند مباح چیزوں کو ملانے سے مجموعہ مباح ہی ہوگا جیسے بریانی حلال ہے۔

(جاء الحق ص169، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

دیکھئے سمجھانے کیلئے مثال بھی کھانے کی چیز کی یاد آئی

جیسے بھوکا کسی کو سوال سمجھائے

بھئی دو اور دو چار ہوتے ہیں

جیسے چار روٹیاں یہ دو اور دو روٹیوں کا مجموعہ ھے

۲۔ بریلوی شیخ القرآن مفتی فیض احمد اویسی صاحب بھی بریلوی حکیم الامت کی طرح لکھتے ہیں کہ:

فاتحہ دو عبادتوں کا مجموعہ کا نام ہے۔ تلاوت کلام اور صدقہ اور جب یہ دونوں علیحدہ علیحدہ جائز ہیں تو ان کو جمع کرنا کیوں حرام ہوگا۔ بریانی کھانا کہیں بھی ثابت نہیں مگر حلال ہے اس لیے کہ بریانی چاول، گوشت گھی وغیرہ کا مجموعہ ہے اور جب اس کے سارے اجزاء حلال تو بریانی بھی حلال۔

(کیا میت کا کھانا جائز ہے ص21، مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز کراچی)

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب۔ مجدد بریلویہ لکھتے ہیں کہ:

سوال: کافر ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں۔ مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس روز نہ لے۔ دوسرے روز دے تو لے لے۔

(تعلیمات اعلیٰ حضرت ص 95 ،مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

ہولی دیوالی کی ہندوؤں کی مٹھائی کھانے کی فکر میں کون دبلا ہورہا ہے؟

۴۔ مجدد بریلویہ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

مسئلہ: میت کے سوم کے چنے کا کسی قدر وزن ہونا چاہیے اگر چھواروں پر فاتحہ دی جائے تو ان کا وزن کسی

قدر ہوگا؟

الجواب: کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں۔ اتنے ہوں جس میں ستر ہزار عدد پورا ہو جائے۔

(عرفان شریعت ص ۳، مطبوعہ اکبر بک سیلرز لاہور)

مولوی حسن علی رضوی بریلوی اس حوالہ کا جواب دیتے ہوئے اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ:

''اور چھوہارے بھی ہوتے تو کونسی قیامت آنے لگی تھی حسب استطاعت اس سے بھی پڑھ سکتے ہیں''

(قہر خداوندی ص 72، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

ذرا تصور میں 70 ہزار چھوہارے کا وزن معلوم کر کے دیکھیں۔

۵۔ مفتی محمد اکمل عطاری صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

کھانا لے کر چلیں ٹھنڈا شربت بھی لیں

خیر خواہی کریں قافلے میں چلو

(سرکار کے قافلے ص 124، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

۶۔ مفتیان دعوت اسلامی لکھتے ہیں کہ:

غذا کا عمدہ حصہ مثلاً بوٹی وغیرہ حرص سے بچتے ہوئے دوسروں کی خاطر ایثار کروں گا۔

(رہنمائے جدول ص 229۔ مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

ایسے حالات میں بریلوی مولوی کیلئے بوٹی بریلوی عوام چھوڑیں گے۔

۷۔ الیاس عطار قادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

چسکیاں گرم چائے کی لو اور کھالو ہلکی سی غذا جاگو۔

(فیضان سنت ص 844)

۸۔ الیاس عطار قادری صاحب کی نقل کردہ نظم بھی ملاحظہ ہو:

تھکن ہے ہوں اگر ۔۔۔۔۔۔۔

توفوراً دودھ گرما گرم پی لے

جو۔۔۔۔لانڈ سے چاہے رہائی

بدلی۔۔۔۔کے گنا جوس۔۔۔۔

۔۔ ۔۔اگر تجھ کو جو مارے

تو جامن تازہ کھا اور لے نظارے

(فیضان سنت ص 640)

۹۔ بریلوی خطیب پاکستان محمد شفیع اوکاڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اے اللہ اس کلام کا ثواب اور اگر کوئی شیرینی یا کھانا وغیرہ بھی ہو تو پھر یوں کہے۔“

(ثواب العبادات ص 31، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

۱۰۔ بریلوی علامہ محمد اکمل عطاری قادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

شربت دودھ پلا کر یا کھانا کھلا کر ایصال ثواب کرنا

(عاشقوں کی عید ص 24)

۱۱۔ اکمل عطاری قادری۔ بریلوی دعوت اسلامی کا مبلغ لکھتے ہیں کہ:

”اس دن (یعنی عید میلاد النبی بزعم بریلوی) مٹھائیاں تقسیم کریں، دودھ شربت پلائیں کھانا کھلائیں“

(عاشقوں کی عید ص 11، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

۱۲۔ بریلوی مجدد مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اگر ایک شخص نذر مانے کہ میرا فلاں مقصد پورا ہو گیا تو اتنی نذر حضرت سید احمد کبیر کے نام کی دونگا اور اتنا کھانا ان کی نیاز کا لوگوں کو کھلاؤں گا اگر چہ اس نذر میں گفتگو ہے لیکن طعام حلال ہے۔

گوشت کا بھی یہی حکم ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں اپنے مقصد پورا ہونے کے بعد دو سیر گوشت سید احمد کبیر کی نذر کے طور پر لوگوں کو کھلاؤں گا گوشت حلال ہے اور اگر کہے کہ گائے کا گوشت کھلاؤں گا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی ارادے سے گائے نذر کرے وہ بھی جائز ہے اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے اس طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے جیسے نقد پیسے دیئے جاتے ہیں جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔“

(الحجۃ الفائحہ ص 13-12، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

۱۳۔ مزارات پر چڑھاوں کی فکر میں وہابیوں کو رضاخانی فضلہ خور عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

”نہ انہوں (یعنی وہابیوں) نے کبھی مزارات پر چڑھاوے چڑھائے“

(محدث اعظم کچھوچھوی اور پاکستان ص 27 ،مطبوعہ مرکزی مجلس محدث اعظم کچھوچھوی لاہور)

۱۴۔ بریلوی سجادہ نشینوں کے متعلق بھی پروفیسر عون محمد سعیدی صاحب بریلوی کی سن لیں:

سجادہ نشینوں کے ٹھیکے

یہ سن کر ہی آپ کے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے کہ وہ نا اہل کاروباری پیر جنہیں بزرگوں کی گودیاں وراثت میں ملی ہیں (یعنی زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن) یہ لوگ سالانہ عرسوں کے موقعوں پر میلوں ٹھیلوں کے ذریعے بہت بڑا بزنس کرتے ہیں اور سال بھر کا خرچہ دنوں میں ہی جمع کر لیتے ہیں۔ اسلام کو بڑی بے دردی سے ذبح کرنے والی سرکسوں کی بدقماش انتظامیہ انہیں لاکھوں روپے کا ٹھیلہ فراہم کرتی ہے۔ جس سے سجادہ نشین اور اس کا خاندان اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین کو بیچ کھاتے ہیں۔

(کاروباری پیراورزوال اہلسنت ص 26-25،مطبوعہ مکتبہ نظام مصطفیٰ بہولپور)

آگے لکھتے ہیں کہ:

یہ سجادہ نشین اور مجاور لوگ جہلا سے پیسے بٹورنے کیلئے نت نئے ڈھونگ رچاتے رہتے ہیں۔حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بہشتی دروازہ کو دیکھ کرانہوں نے بھی بہشتی موریاں اور جنتی کھڑکیاں کھول ڈالی ہیں۔ جہاں سے یہ لوگ رقمیں بٹور بٹور کر جہلا کو جنت میں داخل کرتے ہیں۔

(ایضاً ص 26)

۱۵۔ بریلوی شیخ الحدیث عبدالحکیم شرف قادری صاحب کے بارے میں بھی اپنے گھر کا فیصلہ سن لو:

''رضا دارالاشاعت کی جانب سے مجلس رضا کی بلا قیمت تقسیم کی جانے والی کتب اندھیرے سے اجالے تک اور شیشے کے گھر یکجا کر کے ''ابریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے 66 روپے قیمت کے ساتھ شائع کردی گئی ہے۔اب میاں صاحب نواز شریف انعام دیں یا نہ دیں کتابوں کی فروخت سے انعام کا حصول شروع ہوگیا ہے۔جب اس منصوبہ حصول زر کی طرف ایک محترم کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی گئی تو حضرت (عبدالحکیم شرف قادری) صاحب چراغ پا ہو گئے اور ''شیشے'' کی دھمکی دے کر اپنی بہادری کی داستان سنانے لگے حالانکہ محترم حضرت صاحب (عبدالحکیم شرف قادری کی بہادری ہم سے کوئی ڈھکی چھپی نہیں مگر ہم ان مسئلوں میں پڑنا نہیں چاہتے البتہ اگر مزید بہادر بننے کی کوشش کی گئی تو ہم انشاء اللہ ''کچھا چٹھہ'' شائع کردیں گے۔ (ادارہ)

(ماہنامہ القول السدید لاہور، مارچ 1992ء ص 91،مطبوعہ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

۱۶۔ بریلوی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے متعلق بھی سن لیں۔

''جھوٹی خوابیں گھڑنے والے اور حضور ﷺ کی زیارت کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کو اپنا عقیدت مند بنانے کے چکر میں تا کہ ان عقیدت مندوں سے نذرونیاز وصول کرسکیں۔''

(ماہنامہ انیس اہلسنت اگست 2005،ص58،مطبوعہ فیصل آباد)

۱۷۔ مولوی حسن علی رضوی میلسی کے بارے میں بھی سن لو:

''مولوی حسن علی کبھی زمینداروں کا درباری قوال اور چڑھتے سورج کا پجاری ہے''

(پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں ص 158 ، پہلا ایڈیشن، مطبوعہ لاہور)

۱۸۔ الیاس عطار قادری رضوی۔امیر بریلویت امیر دعوت اسلامی صاحب کی اس تحریر پر بھی غور کریں اور پیسوں کی فکر ملاحظہ کریں:

''ربیع النور الشریف کے دوران 1200 روپے اگر یہ نہ ہو سکے تو 112 اور اگر یہ بھی نہ بن پڑے تو 12 روپے (بالفان وبالفات) کسی سنی عالم کو شش کیجئے''۔

(صبح بہاراں ص39،مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

۱۹۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں، قل شریف گیارہویں شریف، بارھویں شریف، یہ سب رسومات کھانے پینے کا چکر نہیں تو اور کیا چیز ہے۔

بغیر حلال حرام کی تفریق تناول اشیاء کیا جاتا ہے جیسا کہ حسن علی رضوی میلسی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ:

''اسی طرح مولانا عبدالسمیع صاحب نے بھی کہا کہ آج میلاد میں بہت سے قبیح امور داخل ہوگئے ہیں (بعض دفعہ) قاری دیندار نہیں ہوتا۔موضوع جھوٹی باتیں شاعروں کی گھڑی ہوئی پڑھتے ہیں۔کھانے اور شیرینی میں رشوت، سود اور غضب کا مال ہوتا ہے۔''

(برق آسمانی ص128،مطبوعہ البرھان پبلی کیشنز لاہور)

اور یہ جرم بھی بریلویوں پر اب تک قائم ہے کہ:

''آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حلوے مانڈے کے بٹوارے کا جھگڑا ہے''

(دیو بند سے بریلوی ص 27)

یہ صرف بریلویوں میں ہی صفت پائی جاتی ہے کہ وہ حلوے مانڈے کیلئے لڑ رہے ہیں۔

مفتی فیض احمد اویسی صاحب کی کتاب سے ان اشعار کو بھی پڑھ کر لطف اندوز ہو:

ختم شریف میں جب تک نہ ساتھ حلوہ ہو

قبر کے پیٹ سے مشکل عذاب نکلے گا

ہمارے پیٹ میں حلوہ خوب ڈالو گے

پڑے گا زور تو جلدی ثواب نکلے گا

(کیا میت کا کھانا جائز ہے ص 83، مطبوعہ قطب مدینہ پبلی شرز کراچی)

بریلوی رسومات سب ہندوؤں سے کشیدہ ہیں۔

مولانا عبیداللہ مالیر کوٹلوی صاحب خود اس بات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں کہ:

"ہندوؤں کے مذہب میں ثواب پہنچانے کا یہ طریقہ ہے کہ جس چیز یعنی کھانا کپڑا وغیرہ کا ثواب پہنچانا ہو تو اس کا سن کلپ (یعنی نیت) یوں کرے کہ ثواب پہنچانے والا دائیں ہاتھ میں پانی لے کر شاستری زبان میں یہ کہے کہ آج فلاں مہینہ فلاں تاریخ فلاں دن ہے تو میں فلاں شخص فلاں فلاں چیز فلاں شخص (یعنی مردی) کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ پھر اس پانی کو زمین پر ڈال دے۔ اگر چہ ان کے نزدیک ثواب پہنچانا ہر روز درست ہے مگر بعض دن بھی مقرر کرنے ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ان کے ہاں ایک دن کریا کرم کے لئے مقرر ہے۔ ان کے مطابق مردے کے مرنے سے اس دن تک اس کا ایک بدن عالم برزخ میں تیار ہوتا ہے اور جزا و سزا کے قابل ہوتا ہے۔ اس لئے اس دن کا نام کریا کرم رکھا ہے کیوں کہ شاشتری زبان میں کریا بدن کو اور کرم عمل کو کہتے ہیں۔ یعنی اس

مردے کو کوئی قریبی رشتہ دار شاستر کے مطابق مرنے کے دن سے اس دن تک ایسے عمل بجالائے جن کے سبب سے اس مردہ کا بدن تیار ہو۔"

آگے لکھتے ہیں:

"مہابرہمن وہ برہمن ہیں جس کو مردوں کے نام کا صدقہ دیتے ہیں۔ برہمن کے کریا کرم کے لئے اس کے مرنے کے بعد گیارھواں دن۔ کھتری کے لئے تیرھواں دن۔ ویش یعنی بنئے وغیرہ کے لئے پندرھواں یا سولھواں دن۔ شودر یعنی بالڈھی وغیرہ کے لئے تیسواں یا اکتیسواں دن مقرر ہے۔ ان کے علاوہ ایک ایک چھ ماہی یعنی مرنے کے چھ ماہ بعد اور ایک سال بعد برسی کا دن مقرر ہے۔"

"ہر سال اَسُوج کے مہینے کے نصف اوّل میں بھی اپنے بزرگوں کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ جس تاریخ کو کوئی مرے اسی تاریخ میں ثواب پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں۔ کھانے کے ثواب پہنچانے کا نام سَرادہ ہے۔ جب سرادہ کا کھانا تیار ہو جائے تو پہلے اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ وید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت اس کھانے پر وید پڑھتا ہے وہ ان کی زبان میں اُگھشَرُ من کہلاتا ہے۔ اور اسی طرح اور بھی دن مقرر ہیں۔ جب اپنے معبودوں کی روح کے لئے کچھ کرتے ہیں تو وہاں ثواب پہنچانے کی نیت تو ہوتی نہیں بلکہ ان سے ڈر کر۔ کچھ نفع کی امید رکھ کر۔ نذر و منّت کے لئے ان کی بھینت چڑھا دیتے ہیں اور ان کے لئے بھی دن مقرر ہیں۔

ان کے بعض معبودوں کی روح کے لئے بعض کھانے بھی مقرر ہیں۔ جیسے بام ماگ میں دیوی کو شراب اور گوشت کا بھوگ لگانا۔ ہنومان کو چوٗرما۔ مہادیو کو دھتورہ کا پھول اور بیل کا پتہ وغیرہ چڑھانا بڑا ثواب سمجھتے ہیں۔"

(ص192-191)

مزید لکھتے ہیں کہ:

"اس مقام پر شاید ہندو یہ اعتراض کریں کہ مسلمانوں کے بھی ثواب پہنچانے میں یہی ہندوؤں کی ساری رسوم موجود ہیں۔ بعض مسلمانوں نے ثواب پہنچانے کے لئے دن مقرر کر لئے ہیں۔ جیسے مردہ کی سوئم کو قُل کہتے

ہیں اور چہلم جس میں پلنگ بچھا کر اور طرح طرح کے کھانے رکھ کر اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کی روح یہاں آتی ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اس دن روح گھر سے نکلتی ہے۔ چھ ماہی اور برسی مناتے ہیں۔حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ سوائے گیارہویں اور سترھویں کے اور کسی دن میں نہیں کرتے۔حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ختم شب برات کو اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محرم کے عشرہ میں کرتے ہیں۔علیٰ ہذا القیاس دوسرے بزرگوں کی فاتحہ ان کے مرنے ہی کے دن کرتے ہیں۔بعض کی روح کے لئے بعض کھانے بھی مقرر کر رکھے ہیں ۔جیسے شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا حلوے کا توشہ۔حضرت بی بی کی دہی خشکہ کی صحنک ۔حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مالیدہ۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میٹھے چاولوں کا کونڈا وغیرہ۔ان سب کھانوں کو گرما گرم کھانا ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اس پر کیلے کا پتہ اور سرخ ڈورے بھی ضرور رکھتے ہیں۔بعض اس دن روزہ رکھتے ہیں۔اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حلیم اور شربت کی نیاز۔سید سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا روٹ یا ریوڑیاں۔بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی میٹھی کھچڑی اور پیر نبوی رحمۃ اللہ علیہ کا نمک ۔بعض بزرگوں کے نام پر بھی مقرر کر لئے ہیں بلکہ بعض اشخاص نے یہ بھی قید رکھی ہے کہ فلاں بزرگ کی سوا روپیہ کی نیاز ہو فلاں کی پانچ پیسے کی۔فلاں کا روٹ سوا من کا ہو فلاں کا روٹ پانچ سیر کا۔فلاں کی تین کوڑی کی نیاز۔مُردے کا اسقاط خاص قرآن مجید ہی کا ہو اس کو ساتھ ہی آدمیوں کے ہاتھوں میں لازمی پھرایا جائے۔بعض نے ان نیازوں کے کھلانے اور لینے والے بھی مقرر کر رکھے ہیں۔مثاماشاہ عبدالحق کا توشہ وہی شخص کھائے جو حقّہ نہ پئے اور کھائے تو وضو کر کے کھائے۔اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحنک صرف وہی عورت کھائے جس نے دوسرا خاوند نہ کیا ہو۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز سیّد ہی کھائیں۔کندوری کی نیاز صرف کنواری لڑکیاں کھائیں۔بعض دنوں کے لئے بعض کھانے مقرر کر رکھے ہیں جیسے ہندوؤں کی رسم ہے کہ دوسہرہ کو دہی اور خشکہ۔دیوالی کو شیرینی۔منگل اور اتوار کے دن برت یعنی روزے میں میٹھا۔اور گوگے پیر کی نوی کو سویاں۔اس طرح مسلمانوں نے بھی مقرر کر لئے ہیں کہ شب براٗت کو حلوا۔محرم کو حلیم اور شربت ۔عید کو سویاں۔مخدوم جہانیاں کے روزے میں میٹھی روٹیاں وغیرہ۔ان کے علاوہ بھی ایسی ہی

قیدیں لگا رکھی ہیں۔بعض مسلمان بزرگوں کو اس امید پر نیاز دیتے ہیں کہ وہ ہمارے رزق یا اولاد میں ترقی دیں گے یا کوئی مراد پوری کریں گے اور اگر ہم ان کی نیاز نہ دیں گے تو ڈرتے ہیں کہ ہمارا کچھ نقصان کر دیں گے۔بعض لوگ ثواب پہنچانے کو فرض کی طرح ضروری سمجھتے ہیں۔اگر کوئی گیارہویں وغیرہ کا دن نہ کرے تو اسے طعنے دیتے ہیں۔بعض لوگ نیاز وغیرہ کے دن نئے برتن لگانا ضروری سمجھتے ہیں۔جس طرح ہندو سَرادہ کے دن کھانے پر اُبھشر من سے منتر پڑھواتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ملاں کو بلا کر ختم دلاتے ہیں۔جب تک ملاں اس پر ختم نہ پڑھ لے تب تک اس میں سے کسی کو کھانے نہیں دیتے۔جس طرح ہندو سن کلپ کرتے وقت دائیں ہاتھ میں پانی لیتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ختم کے وقت کھانے کے ساتھ پانی کا پیالہ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔جس طرح ہندو اپنے بزرگوں کو پانی دیتے ہیں اسی طرح مسلمان محرم میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کے لئے پانی کی مشکیں زمین پر بہاتے ہیں۔جیسے ہندو دیوتاؤں کے نام پر گھی وغیرہ آگ میں جلا کر اس کا نام ہوم رکھتے ہیں اسی طرح مسلمان اپنے بزرگوں کے لئے ہزارہا چراغ روشن کر کے۔اس میں دھڑیوں اور مَنوں تیل جلا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور اس کا نام روشنی رکھتے ہیں۔بعض لوگ ختم کے وقت اس اعتقاد سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ بزرگوں کی ارواح یہاں حاضر ناظر ہیں۔"

(ص195- 193)

ابوریحان البیرونی نے بھی ہندو دھرم کی مفصل تاریخ لکھتے ہوئے ایصال ثواب کی ان ہی رسومات کی طرف اشارہ کیا ہے:

"مرنے والے کے وارث پر جو فرائض مرنے والے کے سلسلے میں عائد ہوتے ہیں' ان میں پہلے سال کے دوران سولہ ضیافتیں کرنا شامل ہیں۔ان ضیافتوں میں مہمانوں کو کھانا کھلانے کے ساتھ صدقہ بھی دیا جاتا ہے۔یہ ضیافتیں موت کے گیارہویں اور پندرہیں دن اور اس کے بعد ہر مہینے میں ایک بار دی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ سال

بھر تک جاری رہتا ہے۔ چھٹے مہینے کی ضیافت زیادہ بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے اور اس میں کھانا بھی اعلیٰ درجے کا کھلایا جاتا ہے۔ پھر ایک کھانا سال ختم ہونے سے ایک دن پہلے باپ دادا کے نام پر دیا جاتا ہے اور آخری کھانا سال کے آخری دن دیا جاتا ہے۔ سال ختم ہونے پر میت کے حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں:

"سولہ کھانوں اور ان کھانوں کے ساتھ صدقہ دینے کے علاوہ وارثوں پر یہ بھی ------ ہے کہ موت کے وقت سے دس دن تک روزانہ گھر کے باہر کسی طاق پر یا ایسی ہی کسی اور جگہ پر کھانے سے بھری تھالی اور پانی کی لٹیاں رکھیں، اس لیے کہ ممکن ہے ابھی روح قرار کی جگہ نہ پہنچی ہو اور بھوکی پیاسی گھر کے آس پاس چکر لگا رہی ہو۔"

مزید لکھتے ہیں کہ:

"پھر دسویں رات وارث میت کے نام پر بہت سا کھانا اور ٹھنڈا پانی خیرات کرتا ہے۔ گیارہویں دن سے روزانہ ایک آدمی کی خوراک اور ایک درہم کسی برہمن کے گھر بھیجا جاتا ہے اور یہ عمل بلا ناغہ سال بھر تک جاری رہتا ہے۔" (کتاب الہند ص284 -283)

ہندوؤں کے ساتھ یہ مشابہت کا کچھ اقرار دبا دبا مفتی فیض احمد اویسی بھی ان الفاظ میں نقل کر جاتے ہیں کہ:

"ہندو کی اگر کوئی رسم اسلام کے مشابہ ہے تو اسلامی مسئلہ پر حرف نہیں آتا"

(کیا میت کا کھانا جائز ہے ص 94)

دیکھئے تیجہ، دسواں، ساتواں اور چہلم کو ہندوانہ رسم کے ساتھ مشابہ مان لیا ہے۔

(ایضاً ص94)

آخر میں ہم آپ کو دو حوالے پڑھا کر اجازت چاہتے ہیں۔

۲۰۔ بریلوی مناظر اعظم مولوی عمر اچھروی صاحب درج ذیل عنوان اپنی کتاب میں باندھتے ہیں کہ:

☆ فضیلت دودھ

☆ فضیلت حلوا وشہد

☆ فضیلت گوشت

☆ فضیلت ایک پراٹھا پکا کر نذرانہ کرنا اور قبول کرنا

(مقیاس حنفیت ص 511 - 510)

یہ سب باندھے تو شوق و ذوق سے باندھے مگر فضیلت جہاد کا نام تک نہیں لے سکے۔

۲۱۔ بریلوی امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"ابتدائی زمانے میں آپ نے چینی بنانے کی مشین بٹالہ سے منگوا کر گھر میں لگوائی تھی"

(سیرت امیر ملت ص87)

ان کی غذا کے بارے میں بھی پڑھ لیں:

"بارہ مہینے حضور کی غذا مرغی کا شربا، پھلکا اور خشکہ ہوتی تھی۔شہد بہت مرغوب اور اسی طرح لسی بھی۔ دونوں وقت کھانے کے ہمراہ استعمال فرماتے تھے۔دن کے کھانے کے ساتھ دہی بھی ضرور تناول فرماتے۔ نہار منہ دودھ نوش جان فرماتے۔گرمیوں میں بکری کا اور جاڑوں میں عموماً بھینس کا۔گرم گرم نوش فرماتے تھے۔

جاڑوں میں سرسوں کا ساگ بہت مرغوب تھا۔کھانے کے وقت مکھن کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ ساگ کو سکھا کر رکھ لیتے جو دوسرے موسموں میں پکاتے تھے اور کھاتے تھے۔

اس کی کھر بھی پسند تھی، دہی کے ساتھ تناول فرماتے۔گنا پسند فرماتے تھے اور خود منہ سے چھیل چھیل کر کھاتے جب تک دانت قائم رہے یہ عادت مبارک جاری رہی۔رس نکلوا کر نوش فرماتے اور پسند کرتے تھے۔اسی طرح گاجریں بھی بہت مرغوب تھیں۔کدوکش میں کسوا کر اس کا گجریلا پکواتے اور تناول فرماتے تھے، گاجریں کس کے اور سکھا کر رکھ کی جاتی تھیں تا کہ دوسرے موسموں میں گجریلے کے کام آئیں۔کھانے کے وقت تھوڑی سی مولی کھانا بھی مرغوب خاطر تھا۔ضرور تناول فرماتے۔شلجم پسند تھا۔عموماً سالن میں شلجم ڈالواتے تھے۔ہریسہ مرغوب خاطر تھا۔

نمکین پسند فرماتے تھے۔کسٹرڈ کی کھیر بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

گرمیوں میں آپ کو کدو بہت پسند تھا۔اس لئے سالن میں ڈالا جاتا تھا کدوکش میں کسوا کر کدو کی کھیر بھی تیار کرواتے اور شوق سے تناول فرماتے۔پھلوں میں آم بہت مرغوب تھا۔اسی طرح اناس لیچی ،خربوزہ اور تربوزہ (ہندوانہ) پسند فرماتے تھے۔سالن میں سکھایا ہوا سرسوں کا ساگ پکواتے ورنہ خرفہ کا ساگ بھی شوق سے تناول فرماتے۔

جیسا کہ دوسرے مقامات پر ذکر آئے گا حضرت قبلہ عالم ہمیشہ قہوہ نوش فرماتے اور وہ بھی ہمیشہ تلخ (بغیر شکر چینی کے) استعمال فرماتے تھے۔کالی چائے کبھی پیتے نہیں دیکھا دودھ کی چائے نوش فرماتے تو سبز چائے ہوتی جسے عرف عام میں کشمیری چائے کہتے ہیں۔حضور کے قہوہ میں عام طور پر ادرک بھی ڈال دیا جاتا تھا۔نیز حضرت کی پیالی میں عنبر کی ایک چھوٹی سی ڈلی بھی ڈالی جاتی۔اگر کسی اور کو قہوہ عطا فرماتے تو عنبر کی وہ ڈلی نکال لی جاتی۔

شلغم کا اچار بہت مرغوب تھا۔ادرک کا مربہ اور زیتون کا اچار بھی پسند خاطر تھا۔آم کا اچار اور چٹنی بھی رغبت سے تناول فرماتے تھے۔دوسرے اچار بھی کبھی کبھی استعمال فرمائے ہیں

(سیرت امیر ملت ص78-77)

وقت کی قلت اور مصروفیات کی وجہ سے جواب ابھی بھی مختصر دیا جا رہا ہے۔اگر اب بھی آپ کو ضرورت محسوس ہوئی تو انشاءاللہ پھر ہم تفصیل کے ساتھ اپنی گزارشات عرض کریں گے۔

اگر آپ کو حضرت حسین مدنیؒ کے آم کھانے پر اعتراض تھا تو ادھر اپنے امیر ملت کو بھی ذرا اپنی گرفت میں لیں تاکہ انصاف کا خون نہ ہو۔

آپ ہی کے انداز میں ہم آخری بالکل آخری حوالہ نقل کر کے اجازے چاہتے ہیں۔مفتی احمد یار خان نعیمی فاضل بریلوی کی سوانح حیات لکھتے ہوئے احمد رضا کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہیں کہ:

''تو جب معلوم ہوا کہ جب انہوں نے اپنی روانگی کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا سب سے پہلے

آپ نے مفتی اعظم سے کل جائیداد کا وقف نامہ لکھا گیا تو خود ملاحظہ فرما کر دستخط ثبت فرمادیئے۔ وقف نامے میں جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی اور تین چوتھائی آمدنی بحصص شرعی ورثہ پر تقسیم فرمادی۔"

(سیرت اعلیٰ حضرت ص106)

آگے لکھتے ہیں کہ:

وصال:

12 بجے دن کے بعد اعلیٰ حضرت نے جائیداد کا وقف نامہ لکھوایا اور اپنے دستخطوں سے مزین فرمایا۔

(ایضاً ص107)

یاد رہے کہ 12 بجے احمد رضا نے وفات پائی ہے تو خلیل احمد رانا صاحب حضرت تھانویؒ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر میں تو جھانک لیتے۔

ایک اور حوالہ سن لو!! مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حقیقت ہے کہ اسلام نے جتنا کھلانے کا حکم دیا ہے اتنا تو کسی نے نہیں دیا۔"

(محافل جشن عید میلاد النبی ص35)

یار زندہ صحبت باقی

اہلحق میڈیا سروس کی نئی سائیٹس کے لنکس

www.HaqqForum.com
www.Ahlehaq.org

سابقہ سائیٹس

www.Haqforum.com
www.Ahlehaq.com

ہیک ہو جانے کے بعد اب اس پر دکھائے جانے والے کسی بھی مواد کی ذمہ داری
اہلحق میڈیا سروس پر نہ ہوگی

اہلحق میڈیا سروس

www.Sunni-Media.com

www.Ahlehaq.org

www.Haqqforum.com

www.RazaKhanimazhab.com

توضیح مسئلہ رفع یدین

محترم ملنگ بھائی حصہ آخر

نوٹ: مکمل مضمون اور سکین صفحات دیکھنے کے لیے ہماری ویب سائٹ اہلحق ڈاٹ کام پر موجود مضمون توضیح مسلہ رفع یدین دیکھیں۔

رفع یدین سے متعلق غیر مقلدین کے چند دلائل کا جواب

حضرت وائل ابن حجرؓ کی حدیث:۔

قال رایت رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ مع التکبیر

یعنی میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے

توضیح:۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث خود غیر مقلدین کے خلاف ہے کیونکہ وہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے، اگر غیر مقلدین کے نزدیک یہ حدیث ٹھیک ہے تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین شروع کر دیں، باقی جو جواب وہ اسکا دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے رفع یدیہ عندالرکوع و بعدالرکوع کا سمجھ لیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت باطل اور موضوع (جھوٹی) ہے کیونکہ اس کی سند میں عمرو بن ریاح ہے جو کہ ضعیف اور دجال ہے۔

تہذیب التہذیب میں اس پر بہت جرح موجود ہے جس سے چند باتیں میں یہاں نقل کرتا ہوں

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام ابن عدیؒ نے فرمایا کہ یہ راوی ابن طاوس سے باطل روایتیں نقل کرتا ہے اس کی کوی روایت متابعت نہیں کرتا (یہ باطل روایت بھی ابن طاوس سے ہے) امام ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ راویوں سے موضوع (جھوٹی) روایتیں نقل کرتا ہے اس کی روایتیں لکھنی جائز نہیں ہے

الخ۔۔۔

اسکے علاوہ اور بھی دیگر محدثین نے اسپر جرح کر رکھی ہے جس نے ماننا ہے اسکے لیے اتنا ہی کافی ہے اور ضدی کو اگر جرح کی کتاب بھی دے دی جائے تب بھی نہیں مانے گا۔

حضرت ابوبکرؓ کی روایت:۔

عن ابی بکر الصدیق قال صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فکان برفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ہمیشہ شروع نماز میں اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (بیہقی، جلد: 2 ص:73)

امام بیہقی، امام سبکی، امام ابن حجر فرماتے ہیں۔ رجالہ ثقات کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔ (بیہقی، جلد:2 ص:73، تلخیص، ص:82، سبکی، ص:6) وقال الحاکم انہ محفوظ حاکم نے کہا یہ حدیث محفوظ ہے۔ (تلخیص الحبیر، ص: 82)

توضیح:۔

بے شک امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن اس حدیث میں بہت خرابیاں ہیں، سب سے پہلے تو یہ کہ یہ حدیث منقطع ہے یعنی اس کے راویوں میں سے ایک دو غائب ہیں یعنی یہ غیر ثابت ہے ہوسکتا ہے موضوع بھی ہو۔ اسکے الفاظ اسطرح ہیں۔

اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله الصفار الزاهد املاء من اصل کتابه قال قال ابو اسمعیل محمد بن اسماعیل السلمی الخ

محمد بن عبداللہ الصفار الزاہدؒ نے اپنی کتاب سے یہ حدیث لکھوائی اور کہا کہ محمد بن اسماعیل سلمیؒ نے کہا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث انہوں نے خود نہیں سنی بلکہ انکی کتاب سے نقل کی ہے **من ادعی الاتصال فعلیه البیان**

دوسری بات یہ ہے کہ محمد بن اسماعیل سلمیؒ خود ایک متکلم فیہ راوی ہے یعنی محدثین نے ان پر جرح کر رکھی ہے تیسری بات یہ ہے کہ سلمی کا استاد محمد بن فضل سدوسیؒ اگر چہ ثقہ ہے مگر آخر عمر میں مختلط الحدیث اور غیر معتبر الحافظہ اور مفقود العل ہو گےء تھے اور محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ ایسے راوی کی حدیث ضعیف ہوتی ہے تو اس لحاظ سے بھی یہ حدیث ضعیف ہوی

امام نووی اپنی شرح مسلم کے مقدمہ صفحہ 18 پر لکھتے ہیں وعارم اختلط آخرً یعنی وہ آخر میں مختلط الحدیث ہو گئے تھے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں

تغیر حتی کان لا یدری مایحدث به فوقع فی حدیثه الماکیر فیجب التنکب عن حدیثه فیما رواه المتاخرون فاذا لم یعلم هذا ترک الکل ولا یحتج بشیء منها الخ

(تہذیب صفحہ 404 جلد9)۔

کہ اس کا اتنا حافظہ متغیر ہو گیا تھا کہ جو حدیث بیان کرتا اسکو یہ علم نہ ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کی حدیث میں منکر باتیں آگئیں پس واجب ہے اس کی حدیث سے گریز کرنا اور رک جانا جو اس سے متاخرین نے روایت کی ہو پس جب اس بات کا علم نہ ہو کسے تو اس کی تمام حدیثیں متروک قرار دی جائینگی اور کسی کے ساتھ بھی احتجاج نہ کیا جاے گا۔

اسکے علاوہ میں اس پر اور بھی بہت سے اور دیگر محدثین کے حوالے پیش کر سکتا ہوں، ویسے جس نے ماننا ہے اسکے لیے اتنا ہی کافی ہے ورنہ ضدی کو پوری کتاب حوالوں سے بھر کر دے دو وہ تب بھی نہیں مانے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت:۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه عند الرکوع و اذا رفع راسه

(جزء بخاری، ص:13)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ، ص:62)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کان یرفع فرمایا جو دوام اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔

توضیح:۔

نوٹ:۔ کان پر پیچھے ایک لمبی بحث کی جا چکی ہے اسی لیے کان والی بات کا جواب یہاں نہیں دیا جائے گا۔

ابن ماجہ میں صفحہ 62 پر جو حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے اسکے الفاظ اسطرح ہیں

عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عن کل تکبیرۃ.

یعنی حضور اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے

پچھلی احادیث کی طرح یہ بھی غیر مقلدین کے کسی کام کی نہیں، سب سے پہلی وجہ تو یہی ہے کہ اس میں ہر تکبر سے ساتھ رفع یدین کا زکر ہے جبکہ غیر مقلدین خود بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کے قایل نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت باطل اور موضوع (جھوٹی) ہے کیونکہ اس کی سند میں عمرو بن ریاح ہے جو کہ ضعیف اور دجال ہے۔

تہذیب التہذیب میں اسپر بہت جرح موجود ہے جس سے چند باتیں میں یہاں نقل کرتا ہوں

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام ابن عدیؒ نے فرمایا کہ یہ راوی ابن طاوس سے باطل روایتیں نقل کرتا ہے اس کی کوی روایت متابعت نہیں کرتا (یہ باطل روایت بھی ابن طاوس سے ہے) امام ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ راویوں سے موضوع (جھوٹی) روایتیں نقل کرتا ہے اس کی روایتیں لکھنی جایز نہیں ہے الخ۔۔۔

اسکے علاوہ اور بھی دیگر محدثین نے اسپر جرح کر رکھی ہے جس نے ماننا ہے اسکے لیے اتنا ہی کافی ہے اور ضدی کو اگر جرح کی کتاب بھی دے دی جاے تب بھی نہیں مانے گا۔

حضرت ابن زبیر کی روایت:۔

عن ابی الزبیر ان جابر بن عبداللہ کان اذا افتتح الصلوٰۃرفع یدیہ و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع فعل مثل ذلک و یقول رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل ذلک. (رواہ ابن ماجہ،ص:62)

توضیح:۔

یہ حدیث بھی ضعیف اور موضوع اور مجہول اور باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں دوراوی ہیں ایک عبداللہ بن لہیعہ ہے جو کہ ضعیف ہے اور اسکو ضعیف ماننے پر بہت سے محدثین اور غیر مقلد بھی شامل ہیں۔چناچہ اس حدیث کا جواب دیتے ہوے متعصب غیر مقلد عالم محی الدین عبدالمجید حاشیہ ابوداود مصری میں 275 میں فرماتے ہیں

وفی اسنادہ عبداللہ بن لھیعة وفیہ مقال

کہ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ ہے جس میں کلام ہے۔

اس کے علاوہ بھی اسکے دیگر غیر مقلدین نے ضعیف قرار دیا ہے مثال کے طور پر علامہ امیر یمانی غیر مقلد نے سبل السلام جلد 1 صفحہ 20،132،43 میں اسے ضعیف کہا ہے اسکے علاوہ غیر مقلدین کے مشہور عالم قاضی شوکانی نے الفوایدالمجموعہ صفحہ 214 اور صفحہ 216 میں اسے ضعیف کہا ہے اس حدیث کا دوسراراوی میمون مکی ہے جو کہ مجہول ہے میزان الاعتدال جلد 3 صفحہ 224 میں ہے لایعرف تقریب اور تقریب 370 میں ہے مجہول من الرابعة

حضرت ابن زبیرؓ سے ترکِ رفع پر صحیح روایت:۔

مسنداحمد جلد 4 صفحہ 3 پر ہے

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عبدالقدوس بن بکر بن خنیس قال انا حجاج عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عبن ابیہ قال رایت رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوة فرفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ قال قری عن سفیان وانا شاھد سمعت ابن عجلان و زیاد بن سعد عن عامر بن عبداللہ عن ابیہ قال رایت النبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم ھکذا وعقد ابن الزبیرؓ

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسوال اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کانوں کے برابر کرتے۔

اس حدیث میں صرف رفع یدین کا مسلہ بیان کیا گیا ہے اگر رفع یدین افتتاح صلوۃ کے بعد بھی ہوتا تو حضرت اسکو بھی بیان کرتے، اسکو بیان نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین صرف شروع میں ہے۔ایک صحیح حدیث کو چھوڑ کر ضعیف اور موضوع قسم کی احادیث پر عمل کرنا کسی غیر مقلد سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ایک طرف تو یہ لوگ اپنے اہل حدیث ہونے کا جھوٹا شور مچاتے ہیں دوسری طرف موضوع احادیث پر عمل بھی کرتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ کی حدیث:۔

عن ابی موسی قال هل اریکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فکبر و رفع یدیه ثم قال سمع الله لمن حمده و رفع یدیه ثم قال هذا فاصنعوا (رواہ الدارمی، جزء رفع الیدین، بیکی،ص:5)

و عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه عند الرکوع واذا رفع راسه

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں کہا۔آؤ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر دکھاؤں۔پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی۔جب رکوع کے لیے تکبیر کہے تو دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر جب انہوں نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔لوگو! تم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو۔کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رکوع میں جانے سے پہلے اور سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

(دارمی، دارقطنی،ص:109، تلخیص الحبیر ص:81، جزء بخاری،ص:13،بیہقی،ص:74)

اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے جو دوام کے لیے ہے۔

مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ہی صحیح یہ حدیث صحیح ہے۔(العرف الشذی،ص:125)

توضیح:۔

اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں خاصہ اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اس کو حماد بن سلمہ سے

موقوف بیان کرتے ہیں (بیہقی)۔ جب کہ نضر بن شمیل اور زید بن الحباب اس کو حماد؟ سے مرفعو بیان کرت ہیہیں (دارقطنی)۔امام دارقطنیؒ نے بھی اس اختلاف کیطرف اشارہ ان الفاظ سے کیا ہے رفعہ ھذان (ای نضر بن شمیل و نید بن الحباب) عن حماد و وقفہ غیرھما۔اور علامہ ابن حزم ظاہریؒ غیر مقلد محلیٰ میں اس کو موقوف بیان کرتے ہیں (بحوالہ نیل الفرقدین صفحہ 51)۔اور نیل الفرقدین صفحہ 78 میں ہے والصواب انہ موقوف۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے موقوف ہونے کے علاوہ اس حدیث کا دارومدار حماد بن سلم پر ہے جو کہ آخر عمر میں متغیر الحافظہ ہو گےء تھے اور غلطی اور خطاء کر جاتے تھے اور مولانا عبدالرحمن صاحب غیر مقلد نے اپنی کتاب تحقیق الکلام جلد 1 صفحہ 103 میں اس کی تصریح کی ہے۔اسکے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب بلوغ المرام سے حماد بن سلمہ کی روایت کے غیر محفوظ ہونے اور خطای ہونے کے فتوے نقل کرتے ہیں۔ یہ رہے بلوغ المرام کے اس ایڈیشن کے صفحات جس کو غیر مقلدین کے چھاپا ہے۔

پس اس سے پتا چلا کہ غیر مقلدین کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت:۔

عن ابی هریرؓ انه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کبر للصلوٰة جعل یدیه حذو منکبیه و اذا رکع فعل مثل ذلک و اذا رفع للسجود فعل مثل ذلک و اذا قام من الرکعتین فعل مثل ذلک (رواه ابوداود)

و عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه عند الرکوع و اذا رفع راسه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز کے لیے اللہ اکبر کہتے ہیں تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور اسی طرح جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔اس میں بھی کان یرفع صیغہ استمراری موجود ہے۔

(ابوداؤد، جلد:1 ص:197، بیہقی، جلد:2 ص:74، ورجالہ رجال صحیح تلخیص، ص:82، وتخریج زیلعی، جلد:1

ص:315)

توضیح:۔

اس کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔پہلی تو یہ کہ اس کی سند میں ایک راوی یحیٰ بن ایوب غافقی ابوعباس مصری ہے اگرچہ صحیحین میں اس سے احتجاج کیا گیا ہے۔مگر پھر بھی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب ہے اور وہ بہت خطا کرتا ہے اور محدث جلیل امام اسماعیلی فرماتے ہیں کہ اس سے احتجاج نہ کیا جائے امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بعض حدیثوں میں اضطراب ہے اور امام عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے(تہذیب التہذیب جلد 11 صفحہ 186)حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر جلد 1 صفحہ 169 میں لکھتے ہیں

کہ **فیه شیی کما قال الامام احمد فیه هو سیی الحفظ۔**

کہ اس میں کوی خرابی ہے جیسا کہ امام احمدؒ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ خراب حافظے والا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں ابن جریج راوی ہے جو کہ ثقہ ہے مگت سخت قسم کا مدلس ہے اور یہ روایت اس نے عنعنہ سے روایت کی ہے اور ایسے راوی روایت باتفاق محدثین کرامؒ حجت نہیں ہوتی۔ چناچہ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں

تجنب تدلیس ابن جریج فانه قبیح التدلیس لا یدلس الا فیما سمعه من مجروح(تہذیب التہذیب جلد 6 صفحہ 405)۔

ابن جریج کی تدلیس سے کیونکہ وہ بری تدلیس والا ہے۔نہیں تدلیس کرتا مگر اس راوی سے جو کہ مجروح ہوتا۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری غیر مقلد ابکار المنن صفحہ 237 میں لکھتے ہیں کہ ابن جریج مدلس تھے اسکی روایت حسن کیسے ہوی(بحوالہ احسن الکلام جلد 2 صفحہ 25)۔

تیسری بات یہ ہے کہ امام یحیٰ بن معینؒ ابن جریج کے متعلق فرماتے ہیں لیس بشی ء فی الزهری(تہذیب جلد 6 صفحہ 404)۔کہ ابن جریج امام زہریؒ سے روایت کرتے ہیں لیس بشی ء ہے۔قارین کرام یہ روایت بھی ابن

جریج کی امام زہریؒ کے طریق سے ہے۔
اندریں حالات رجالہ رجال الصحیح کہنے سے حدٰث صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سوءحفظ تدلیس وغیرہ عیوب صحت حدیث کے منافی ہیں اور روایت بھی غیر صحیحین کی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور رفع یدین:۔

چونکہ چند ایک صحیح احادیث غیر مقلدین رفع یدین کے مسلہ پر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے پیش کرتے ہیں اسی لیے یہاں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کیا جا رہا ہے۔اس میں دو روایات ہیں۔
ا۔حضرت امام مجاہدؒ جو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۔دوسری روایت حضرت اسود کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی اور انہوں نے نماز کے شروع کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

امام مالک اور رفع یدین:۔

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ غیر مقلدین امام مالکؒ کو رفع کے قائیلین میں شمار کرتے ہیں، میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ امام مالک رفع یدین کے قائل نہیں ہیں اور غیر مقلدین کا ان کو رفع یدین کے قائلین میں شمار کرنا حد درجہ کی جہالت ہے جو اکثر غیر مقلدین اپنے ملاوں کی اندھی تقلید میں کرتے ہیں۔
امام مالکؒ اپنی کتاب المدونۃ الکبریٰ جلد 1 صفحہ 71 میں روایت نقل کرتے ہیں

مالک عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلوٰة

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کے بعد امام مالکؒ اس صفحہ پر لکھتے ہیں

لا اعرف رفع الیدین فی شئی من تکبیر الصلوٰۃ لا فی خف ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ

یعنی پہلی تکبیر کے بعد نماز کی کسی اونچ نیچ میں رفع یدین کو بلکل نہیں پہچانتا

اسی کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے

کان رفع الیدین عند مالک ضعیفاً الا فی تکبیرۃ الا حرام

امام مالک کے ہاں سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کرنا ضعیف ہے

ابن رشد مالکی جو مالکی فقیہ ہیں بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں

فمنهم من اقتصر به علیٰ تکبیرۃ الاحرام فقط ترجیحاً الحدیث عبداللہ بن مسعود و حدیث البراء بن عازب وھو مذھب لاک لموافقة العمل به (جلد 1 صفحہ 97)۔

یعنی کچھ فقہا نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت منحصر کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت برا بن عازبؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہوے اور یہی مذہب امام مالک کا بھی ہے کیونکہ اہل مدینہ کا عمل اسی کے موافق ہے۔

ابن رشد کی بات سے پتا چلا کہ عموماً اہل مدینہ کا عمل بھی ترک رفع یدین ہی پر تھا اور یہی مذہب امام مالک کا بھی رہا۔

الفقہ علیٰ المذاھب الاربعۃ کا یہ بیان بھی ملاحظہ ہو۔

المالکیة قالوا رفع الیدین حذو المنکبین عند تکبیرۃ الاحرام مندوب و فیما عدا ذلک مکروہ (جلد 1 صفحہ 250)۔

یعنی مالکیہ کا قول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت تو رفع یدین مستحب ہے، اور اس کے سوا بقیہ جگہوں پر مکروہ ہے۔

امام مالکؒ اور رفع یدین پر سب سے اہم نکتہ:۔

اس بارے میں سب سے اہم نکتہ جو یاد رکھنے کا ہے وہ یہ کہ امام مالکؒ کا زمانہ 100 صدی ہجری کا ہے اور امام مالکؒ کی عادت ہے کہ اس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں جس پر اہل مدینہ کا عمل ہو۔ امام مالکؒ کا ترک کو ترجیح دینا اس بات کی دلیل ہے کہ امام مالکؒ کے زمانے تک مدینہ جو کہ حضور اکرم ﷺ کا شہر ہے جہاں حضور اکرم ﷺ کا روضہ ہے وہاں کوی رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

الحمداللہ میں نے مالکی کتب سے ثابت کیا کہ امام مالک کے نزدیک رفع یدین فرض تا کیا سنت بھی نہیں ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ اور رفع یدین:۔

غیر مقلدین کے پاس جب کوی حدیث نہیں بچتی تو وہ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کا ایک نامکمل حوالہ دے کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ وہ رفع یدین کے قایل تھے۔ اسی لیے اس پر تفصیلی طور پر تجلیات سے نقل کیا جا رہا ہے۔

تواتر اسنادی:۔

علامہ کاشمیریؒ یہ قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ کثرت روایت ہمیشہ وجودی فعل کی ہوتی ہے۔ اور راوی اکثر عدمی کی روایت نہیں کرتے (نیل الفرقدین ص 17) اور ترک کی نقل بہت کم ہوتی ہے کیونکہ وہ تروک میں سے ہے۔ اگرچہ فی نفسہ وہ کثیر ہو (ص 18) کثرت سے کسی بات کا نقل ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ فعل حضرت ﷺ نے زیادہ دفعہ کیا ہوگا۔ کیونکہ وجودی فعل کو اکثر نقل کرتے ہیں بخلاف عدمی کے کہ اس کو بغیر کسی داعیہ کے بیان ہی نہیں کرتے، حالانکہ فی نفسہ کثیر ہوتا ہے (حاشیہ فیض الباری جلد 2 صفحہ 260)۔

مثال اول:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدھ دفعہ جوتا پہن کر نماز ادا فرمای اس کی روایت سنداً متواتر ہے (طحاوی) حالانکہ امت میں جوتے اتار کر نماز پڑھنا عملاً متواتر ہے۔

مثال دوم:۔

شق قمر ایک رات ہوا۔ جس کو کتنے صحابہؓ نے روایت کیا۔ مگر باقی عمر مبارک کے 63 سال کسی رات شق قمر نہ ہوا۔

اس کوراویوں نے سرے سے روایت ہی نہیں پھراس قول میں یہ بھی وضاحت نہیں کہ کتنی جگہ رفع یدین سنداً متواتر ہے۔علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ 12 صحابہ سے رفع یدین کی حدیث مروی ہے(نیل الفرقدین ص53)اور پھر جومزید تحقیق فرمای توپانچ یاچھ صحابہ سے رفع یدین کا ثبوت مانا(حاشیہ فیض الباری جلد2 صفحہ 259)۔

نیز علامہ انور شاہ کاشمیریؒ مطلقات کوبھی اپنے دلایل میں شمار فرماتے ہیں(نیل الفرقدین ص11 فیض الباری جلد 2 صفحہ 260)پھرتوترک رفع یدین کی احادیث زیادہ ہوجاتی ہیں۔پھرتواتر ہوتا بھی توثبوت کا ہے نہ کہ دوام کا۔ دیکھوحضرت موسیٰ کا نبی ہونا قرآن پاک کی متواتر آیات سے ثابت ہے اس سے ثبوت نبوت ہے۔اس کو یوں کہنا کہ قران پاک کی متواتر آیات سے ثابت ہے کہ موسیٰ آخری نبی تھے، یقیناً جھوٹ ہے۔اسی طرح یہ کہنا کہ حضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم دس جگہ رفع یدین کرتے رہے یہ سنداً متواتر ہے، بلکل جھوٹ ہے، بلکہ یہ توکسی خبر واحد سے بھی ثابت نہیں۔

تواترعملی:۔

علامہ صاحبؒ فرماتے ہیں:"اورسب شہروں میں تارکین بھی تھے جن کا نام روایت نہیں کیا گیا۔کیونکہ جب تعامل اور توارث جاری ہوجاے توسند کے بیان سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔کیونکہ اب سند کی اہمیت نہیں رہتی۔پھرکچھ ناخلف آکر سندوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور جب سند نہیں پاتے توتواترعملی کاانکار کرتے ہیں۔اور یہ عادت الشرمحلیٰ میں ابن حزم کی ہے۔گویااس کے نزدیک دنیامیں کوی عاقعہ ایسا ہواہی نہیں جس کی سند مذکورنہ ہو، حالانکہ یہ بات یقیناً باطل ہے۔اوراس طرح وہ کئی اجماعیات کاانکار کردیتا ہے جوعملاً متواتر ہوں مگرسنداً احادہوں۔اس طرح تخریب زیادہ ہوتی ہے اور تعمیر کم اور یہ ضررعظیم ہے۔کیا تونہیں دیکھتا کہ یہ قرآن کس طرح تلاوتاً پوری دنیامیں متواتر ہے،لیکن اگرہم قرآن پاک کی ہرآیت کااسنادی تواتر تلاش کرنے لگیں تویقیناً ہم عاجزآجائیں گے

(حاشیہ فیض الباری جلد2 صفحہ 259)۔

الحمدللہ علامہ انورشاہ کاشمیریؒ نے ترک رفع یدین کوسنداًاور عملاً متواتر ثابت کیا۔

احتجاج ...احتجاج ...احتجاج

اہلحق میڈیا سروس کے تمام سنی ممبران اہلحق کی سائیٹس ہیک کرنے کی بزدلانہ کوشش کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں باطل کان کھول کر سن لے کہ ان حرکتوں سے وہ ہرگز ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتا نہ ہی اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے کفر پر پردہ ڈال سکتی ہے

باطل کو دعوت حق

ہم تمام باطل فرقوں خاص کر بریلوی فرقے کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اگر وہ خود کو حق پر سمجھتے ہیں تو سائیٹس ہیک کرنے جیسے رذیل کاموں کو چھوڑ کر دلائل کی بنیاد پر ہم سے بات کریں جس موضوع کو چاہیں منتخب کریں جو آپ کے نزدیک حق و باطل کی کسوٹی ہو ہم آپ سے اس موضوع پر بات کرنے کیلئے تیار ہیں